سنیخ ۴۶

جنّت کہ رضائے مادران ست
زیر کفِ پائے مادران ست

مادرِ شفیق

جسمین بچّون کی تربیت اور عمدہ اٹھان
کے لئے بہت سی بیش قیمت ہدایات اور
حالات درج ہین

کارپردازان مطبع خادم التعلیم پنجاب
لاہور نے انگریزی سے اردو مین ترجمہ کیا

سنہ ۱۸۹۵ء

در مطبع خادم التعلیم پنجاب لاہور طبع ہو کر شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اس کتاب سے تعلیمی اثر نہیں بلکہ عملی فائدہ مقصود ہے۔ ہمارے ملک میں بہت سے والدین ایسے ہیں جنکو مطلق
خبر نہیں کہ اپنی اولاد کو صحیح طور پر کسطرح تعلیم دینی چاہیے اور کیسی تربیت کرنی چاہیے۔ کیا وسائل
اختیار کرنے چاہئیں کہ جن سے انکی بہبود و فلاح کے علاوہ خود انکی عمر آسائش و فارغ البالی سے بسر
اور خاندان کا نام روشن ہو۔

لیکن افسوس ہماری مستورات ابھی اس مرتبہ پر نہیں پہنچیں کہ یہ خود ایسے اسباب مہیا کر سکیں کہ جن سے
مندرجہ بالا اغراض و مقاصد میں کامیابی یقینی ہو اور علاوہ انکے نسلاً بعد نسلاً انکی تعلیم و تربیت
کا اثر پہنچے یہانتک کہ جب یہ قبر میں بھی پیر پھیلا کر جا سوئیں تو انکی روح انکے ہاتھوں لگائے
ہوئے پودوں کو سرسبز و شاداب و بارور دیکھکر خوشی سے پھولی نہ سمائے!

چنانچہ یہ اغراض ہیں جو اس کتاب کی اشاعت کے بواعث ہیں۔ اور امید ہے کہ اس سے
والدین کو وہ امداد ملیگی جسکے وہ حاجتمند ہیں۔ اور گو اس چھوٹی سی کتاب ہے مگر جسمیں
ہر ایک امر پر بالتفصیل بحث کیگئی ہے۔ اور عام فہم مثالیں جو اکثر کیا بلکہ روزمرہ پیش
آتی ہیں مندرج ہیں اگر اسپر اعتراض بھی کیا جائے تو ہمکو امید ہے کہ کسیقدر غور کرنے پر
وہ اعتراض کسی طرح مناسب و موزوں نہ نظر آئیگا کیونکہ تعلیم ذرہ ذرہ سے امور پر نہایت
اور غور و خوض سے ہی توجہ کرنیکا نام ہے جن ابواب میں دینی تربیت پر بحث کیگئی ہے۔ ان میں
یہ حوال مد نظر رکھا گیا ہے کہ زندگی درحقیقت بعد کی زندگی کی ابتدا ہے اور تعلیم کا مقصد قطعی یہی ہے
کہ بچے کو خداوند تعالیٰ کے سامنے جانے اور دوسری دنیا میں زندگی بسر کرنیکے واسطے تیار کیا جائے
کاہلی جھوٹی محبت ممتا وغیرہ وغیرہ ایسے بہت سے بواعث ہیں جو والدہ کو اسکے فرائض سے غافل رکھنے
کیواسطے کافی ہیں۔ مگر جو اصول کہ اس کتاب میں مندرج ہیں وہ بلاشک صحیح و درست ہیں خواہ منفک مزاج
والدین بچوں کو انپر پورا پورا کاربند کرانے میں ناکام ہی رہے ہوں لیکن انکی صداقت میں
کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

باب اول

ذمہ واری

کئی سال گذرے کہ چند نوجوانوں کو جو علم الٰہیات کی تعلیم میں مصروف تھے یہ خیال پیدا ہوا کہ ان میں سے اور نیز اُن کے دوست احباب میں سے کتنے ہونہار نوجوان اور لایق طلبا ایسے تھے جو اپنی ماؤں کی تعلیم اور تربیت سے فیض یاب ہوسکتے تھے۔ جو وقت اُنھوں نے نہایت تحقیقات سے اس امر کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک سو بیس ۱۲۰ نوجوانوں میں سے پورے ایکسو ایسے تھے جنکی دنیاوی اور دینی بہتری اور برتری کی بنیاد اُنکی ماؤں کے ہاتھوں سے رکھی ہوئی تھی۔ اور اُنہیں اُن کو تعجب بھی بہت ہوا اور خوشی بھی۔ گو اُنہیں سے بہت سے ایسے بھی تھے جو اپنے گھر کی تمام تربیت کو خیرباد کہکر عیاشوں اور بدمعاشوں کی طرح بدکاری اور گناہ میں غرق ہو گئے تھے۔ مگر جو اثر اُنکی طبایع پر بچپن میں پڑ سکتے تھے اُنکو فراموش نہ کر سکتے تھے۔ اور ایک مرتبہ پھر اپنی ماؤں ہی کی برکتوں اور دعاؤں کی توجہ

راہِ حق پر لوٹ آئے تھے۔ حال میں اہل مذہب کی توجہ بہت سی دلچسپ مورکیطرف مبذول ہوئی ہے۔ ایک والدہ جو کچھ اپنی اولاد کی بہتری اور بہبودی میں اور نیکبختی کے لحاظ سے کوششیں کرتی ہے وہ نہایت صالح اور مفید چیز ہے۔ مگر دنیا کو اسکی خبر نہیں۔ اور اسیوجہ سے لوگ بہت سستی اور کم التفاتی سے اس امر سے آگاہ ہوتے ہیں کہ یہ پوشیدہ اور بے زبان اثر کہانتک زبردست اور وسیع ہے۔ لیکن اب ایسے اسباب واقع ہوتے جاتے ہیں کہ عوام الناس بچوں کے اٹھان کی طرف توجہ کرنے لگے ہیں۔ اور یہ صداقت روز بروز زیادہ توضیح کے ساتھ پیش ہوتی جاتی ہے کہ اوایل عمر کے آٹھ دس سال میں جو کچھ دل پر اثر پڑتا ہے وہ غایت درجہ تک زمانے اور مدت کے واسطے اس دلکے مقاصد کا رہنما بنتا ہے۔ اور چونکہ ہر بچے کی والدہ ہی اوایل عمری میں رہنما اور رہبر ہوتی ہے۔ لہذا انسان کے چال چلن کی وضع اور تکمیل میں اسی کا زبردست اثر پایا جاتا ہے۔ اور کیا وجہ ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہیے؟ ایام طفولیت میں اس سے بڑھکر اور کون سے اثر مستحکم اور پایدار رہ سکتے ہیں؟ بھلا والدہ سے بڑھکر اور کون اتالیق ایک بچہ کے لئے زیادہ محبت عزت اور اعتماد حاصل کر سکتا ہے؟ اور حصول تعلیم میں اس جگہ سے بڑھکر کہاں خوشی اور مسرت حاصل ہو سکتی ہے جہاں والدہ کے گرد اسکے بچوں کا حلقہ ہو اور یہ انکو خداوند تعالے اور اسکے فضل اور کرم اور عظمت اور جلال کو بتلا رہی ہو۔ اللہ اللہ کیسا نور کا سماں ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے مشہور فلاسفر امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ "بچوں کا پہلا مکتب وہ گھر ہے کہ جسمیں وہ پرورش پائیں"۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ دنیا میں اور ایسے اسباب بھی ہیں جو لگاتار چال چلن کی وضع اور تکمیل میں کوشاں رہتے ہیں۔ صرف والدہ کا ہی اثر نہیں ہے جو عمل میں آتا ہے۔ مگر تاہم خداوند تعالے کے فضل و کرم سے یہ سب سے زبردست ہوتا ہے۔ والدہ کا کام یہ ہے کہ بچے کے دل میں ان عادتوں اور ان اصولوں کو جاگزیں کردے جنکو اور اسباب سے بچہ میں استحکام اور استقلال

حاصل ہو۔ ممکن ہے کہ ایک متقی اور پرہیزگار والدہ کی اولاد بدکار ہو جاوے ممکن ہے کہ راہ راست سے بھٹک جاوے۔ تمام تنبیہ و تادیب کو بھلا دے اور خدا تعالیٰ اُسے اُسکے عملوں کے انجام بھگتنے پر چھوڑ دے۔ جس والدہ کو ایسا صدمہ نصیب ہو۔ اور اسطرح اس کی دل شکنی ہو۔ وہ صرف یہ کر سکتی ہے کہ اپنے صانع حقیقی کے سامنے سر بسجود ہو۔ جو کہتا ہے "تو صبر کر۔ اور جان کہ میں خدا ہوں"۔ انسان کے دل میں صرف اتنا ہی خیال ہوتا کہ اُس نے اپنے فرائض ادا کر دئے ہیں اس غم و الم کی جان خراشی اور دل شکنی کی قوت کو بہت کچھ زایل کر دیتا ہے۔ بدکار اور بدمعاش اولاد عموماً اُن والدین کی ہوتی ہے جو اپنے گھر کی اخلاقی اور مذہبی تعلیم میں غفلت کرتے ہیں۔ بعض والدین تو خود ہی بدکار اور بدچلن ہوتے ہیں۔ وہ صرف اپنی اولاد کو اجازت ہی نہیں دیتے۔ کہ بدی اور بدچلنی میں مبتلا ہو بلکہ اپنی تمثیل سے اُسے گناہ کرنے کی تحریکیں کرتے ہیں۔ لیکن ایسے والدین بھی ہیں جو نیک بخت اور بڑے متقی ہیں جو نیک اور پرہیزگار ہیں لیکن خواہ کچھ ہو یہ اپنی اولاد کی مذہبی اور اخلاقی تربیت سے باز رہتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اولاد نافرمانبردار اور بدچلن ہوتی ہے اور یہ صاف ظاہر ہے کہ کیا چیز اس غفلت کا باعث ہے۔ یعنی خود غفلت کا ہی نتیجہ علی العموم نافرمانبرداری اور خود رائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے مشہور آدمیوں کی اولاد دینی معاملات میں ہو یا دنیوی میں۔ بسا اوقات اپنے والدین کے لئے باعث بدنامی ہوتی ہے۔ اگر والدہ اپنی اولاد کی تربیت کے عادی ہے اگر یہ اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ وہ اولاد کو تنبیہ و تادیب کرے اور اُسکو فرمانبرداری پر مجبور کرے تو اس والدہ کی عدم موجودگی میں تمام گھر کی حکومت تہ و بالا ہو جائیگی۔ اور اولاد اسواسطے چھوٹ جائیگی کہ یہ سرکش ہو۔ نافرمانبرداری کا سبق سیکھے مکر و فریب کی مشق کرے۔ اور والدہ کی حماقت کی بنیاد پہ بدچلنی اور نافرمانبرداری کی عمارت تعمیر کرے۔ لیکن اگر اولاد ایک منصف مزاج والدہ کی لایق حکومت میں

تو قریباً ہمیشہ مذکور الصدر معاملہ سراسر برعکس ظہور پذیر ہوگا۔ اور چونکہ قریباً ہر طرح
سے والدہ کی نگرانی سے انسان کی اوایل عمر میں تربیت ہوتی ہے۔ لہذا نتیجہ یہ
نکلتا ہے کہ ہر ایک چیز سے بڑھکر مادری اثر انسان کے آیندہ چال چلن کا بانی ہوتا ہے
ایک اعلےٰ درجہ کے متقی اور پرہیزگار کی تواریخ اکثر اس پایدار اور مستحکم اثر کے ثبوت
میں پیش کیجاتی ہے۔ جو ماں بچہ کے دل پر ڈال سکتی ہے۔ اس شخص کی والدہ
ایک بڑی پرہیزگار عورت تھی۔ یہ اکثر اپنے بچے کو اپنے کمرے میں بٹھلا کر اور
اُسکے سر پر ہاتھ رکھکر خدا تعالےٰ سے دعا مانگتی تھی کہ وہ اپنی برکتیں اس ننھے
کو عطا کرے۔ ایسی دعائیں اور ہدایتیں اس بچہ کے دل پر نقش کالحجر ہو گئیں۔ بچہ بلا اختیار
اپنی والدہ کا ادب اور تقدیس کرتا۔ اور مجبوراً اسکو خیال کرنا پڑتا۔ کہ ایسے چال چلن میں
ایک طور کی پاکیزگی تھی۔ جسکو ادب اور الفت کی ضرورت تھی۔ آیندہ اپنی زندگی
میں جو اثر اُسکے دل پر پیدا ہو گئے تھے۔ یہ انکو دور نہ کرسکتا تھا۔ گو یہ ایک شریر آوارہ
گرد بنگیا۔ گو اسکو اپنے دوست اور اپنا گھر اور ہر ایک نیکی فراموش ہو گئی مگر اپنے تمام
دوران آوارہ گردی میں جہاں یہ گیا اسے اپنی والدہ کی دعائیں یاد رہیں یہ بڑے
بڑے اوباشوں اور رذیل لوگوں کی صحبت میں بیٹھا۔ اور جس وقت اسکی چاروں طرف
اسکے بدکار اور اوباش دوست ہوتے۔ آدھی رات کا وقت ہوتا عیش و عشرت
میں یہ سب مصروف ہوتے۔ اسکو اپنے تصور میں خیال آتا کہ اُسکی والدہ اپنا ملایم
ہاتھ اسکے سر پر شفقت سے رکھے ہوے خدا تعالےٰ سے دعا مانگ رہی ہے کہ وہ اسکو
برکت اور معافی عطا کرے۔ اکثر اسکو یہ تصور بند کرتا اور اپنی والدہ کی دعا پر اس کا دل
بیقرار ہو جاتا اور گناہ سے کسیقدر خوف آتا چنانچہ بعد میں یہ ایک نہایت دیندار اور خدا پرست
آدمی بنگیا۔ اور لوگوں میں اپنے پند و وعظ سے یہ جتنے آدمیوں کو راہ حق پر لایا وہ تا دم
آخر بن خدا کی برکت کے شکر گزار رہینگے۔ کہ اس شخص کو اس نے ایسی والدہ عطا کی تھی
غرض اس طور پر جو بچپن میں دل پر اثر پڑے ممکن ہے کہ بظاہر یہ بالکل مفقود معلوم ہوں لیکن
جب انسان اپنے گھر سے نکلکر دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ ہزار ہا رغبتیں و تحریکیں سرگرم

کرتے آئی ہے۔ اب اگر یہ اپنی والدہ سے خودضبطی اور نیکی کے مستحکم اور مضبوط
اصول لیکر نہیں چلا ہے۔ تو یقیناً ان ترغیبوں کا شکار بنجائیگا۔ گو اسکی والدہ
نے اس کی بہتری اور اسکو نیک بنانے کی حتی الوسع کتنی ہی کوشش کی ہو۔
پھر بھی ممکن ہے کہ یہ سب محو ہو جائے۔ جو سبق اس نے گھر میں سیکھا تھا ممکن ہے
وہ اسکو فراموش ہو جائے یہ تن گناہ میں یہ غرق ہو جائے۔ مگر پھر بھی والدہ کی تربیت
کا اثر اور اسکی دعائیں نہایت [illegible] اور تاثیر سے اسکے دل پر [illegible] کر رہی ہونگی
آدھی رات کو جب کبھی پشیمانی اور افسوس سے چونک پڑیگا یا خداوند تعالیٰ کی عدالت
کے سامنے حاضر ہونے کا خطرہ اسپر ہیبت طاری کریگا اسکو اپنی والدہ کے آنسو یاد
آجاینگے اپنے گھر کی تقدیس کے خیالات اکثر اسکی گناہگاری سے بھرے ہوئے عیش کے
جام میں تلخی ڈال دینگے اور اسکو بہ زبردستی مجبور کرینگے کہ جو امن اور نیکی فراموش
کر دی ہے اسکے واسطے ٹھنڈے سانس بھرے اور سب بچھڑا ہوا ہو۔ یہ ضرور ہے
کہ اسکو اکثر اپنی شکستہ دل والدہ کا خیال آئے اور اسطور پر بہت برسوں پر اور شاید
والدہ کے راہی عدم ہونے کے عرصہ دراز بعد اسکی نیکیاں یاد کرکے اپنے گناہوں سے کنارہ
کش ہو جائے۔ تھوڑا عرصہ گزرا کہ انگلستان کے ایک بڑے آباد شہر میں ایک شریف
آدمی جہازرانوں کے گرجا میں ایک مجلس وعظ میں شریک ہونے جا رہا تھا۔ گرجا کے
عین مقابل ایک کشتی بان رہتا تھا۔ اس شریف آدمی نے دیکھا کہ دروازے میں
ایک جفاکش محنت کا مارا ملاح اپنے سینے پر دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں
ڈالے ہوئے سگار پی رہا ہے۔ اور لوگوں کو دیکھ رہا ہے جو بتدریج مجلس میں جمع
ہوتے جاتے ہیں۔ یہ شخص اس کشتی بان کے قریب گیا اور کہنے لگا:۔

"کیوں مہربان ہمارے ساتھ مجلس میں نہیں چلتے"؟

کشتی بان نے دو ٹوک جواب دیا:۔ "نہیں حضرت"!

اس شخص کو اس کشتی بان کے ظاہری انداز و اطوار سے ایسے ہی جواب کی امید تھی
اور اسکے سننے کے واسطے یہ طیار تھا چنانچہ اس نے نہایت حلیمی سے کہا تھا۔

مہربان من۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمنے مصیبت جھیلی ہے۔ کیا تمہاری والدہ ہے؟
کشتی بان نے سر اُٹھایا۔ اس شریف آدمی کا چہرہ نہایت گرمجوشی سے
دیکھا اور کچھ جواب نہ دیا۔ اسپر یہ شخص کہنے لگا:۔ "فرض کرو کہ تمہاری والدہ یہاں
موجود ہوتی۔ تو تمکو کیا نصیحت کرتی؟" اِس بیچارے کشتی بان کی آنکھوں سے آنسو بہنے
لگے۔ اس نے انکو چھپانے کی کوشش کی مگر نہ چھپا سکا۔ اور اپنی ہتھیلی کی پیٹھ
سے جلدی سے اُنکو پونچھکر۔ اُٹھ کھڑا ہوا اور ایسی آواز میں کہنے لگا جو اسکے فرط جوش
کے باعث قریبًا ناقابل فہم تھی:۔ "مَیں مجلس میں چلتا ہوں!" چنانچہ یہ گرجا میں
پہنچا اور جو لوگ جمع تھے انمیں جا بیٹھا۔ بعد میں جو اس شخص کا حال ہوا وہ ہمکو معلوم
نہیں۔ البتہ یہ قریبًا یقینی امر ہے کہ ضرور اسکی والدہ نے اسکو نیک ہدایتیں کی ہونگی۔
اور جب اس شریف شخص نے اُن کو یاد دلایا تو کشتی بان خواہ کیسا ہی سنگدل تھا۔
مگر اسکا دل موم ہو گیا۔ شاید اس ملاقات نے اس شخص کو آئندہ گناہوں سے باز رکھا
اور ایسے خدا کے سامنے حاضر ہونے کے قابل بنا دیا۔ خیر کچھ ہی ہو اس سے مادرانہ
اثر کی مضبوطی ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ برسوں کی آوارہ گردی
اور گناہگاری بھی اس اثر کو انسان کے دل سے نہیں مٹا سکتے جو ایک والدہ کی نصیحتیں
اور دعائیں اسپر پیدا کرتی ہیں۔ بچے کا اوائل عمری میں نافرمانبردار ہونا ایک آزمایش
ہے۔ مگر اس سے بڑھکر دس گنا رنج والم اسوقت ہے جب بچہ بڑا ہوکر نافرمانبردار رہے۔
اور بدکار اور اوباش شخص بنجائے۔ افسوس! اور اپنی اولاد کی بدچلنی کی وجہ سے
کتنے والدین نے غم والم کے دن اور بے آرامی اور بے غوری کی راتیں بسر کی ہونگی؟
کتنوں کے دل ٹوٹ گئے ہونگے اور قبل از وقت یہ اس دنیا سے چل بسے ہوں گے
صرف اس وجہ سے کہ اُنہوں نے اپنے بچوں کو راہ حق پر چلانے اور نیکی اور راستی کے
فرائض سکھلانے میں غفلت کی۔ تمہاری آیندہ خوشی تمہاری اولاد کے ہاتھ میں ہے
ممکن ہے کہ یہ تمہاری تمام خوش اقبالی اور خوشحالی پر سیاہی پھیر دیں۔ ہر ایک شادمانی
کو تلخ کر دیں اور تمکو ایسا مصیبت زدہ بنا دیں کہ اس سے صرف موت ہی تمکو سبکدوش کر سکے۔

وہ ننھی سی لڑکی جسکو تم اپنے زانو پر اب کھلا رہے ہو۔ اور جو اس قدر خوشی اور خرمی سے فرش پر تمہارے سامنے پھر رہی ہے۔ دنیا میں گئی ہے اور چاروں طرف سے بکثرت تحریصوں سے محصور ہے۔ اب بجز پرہیزگاری کے مستحکم اور مضبوط اصولوں کے کونسی طاقت اسکو ان ترغیبوں اور تحریصوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بنائیگی؟ اور بجز اپنی والدہ کی ہدایات اور تمثیل کے اور کہاں اسکو یہ اصول ملینگے؟ اب اگر تمہاری غفلت کے باعث بیچے تحریصوں اور گناہ میں پھنس جاویں تو تم کو اطمینان و آسایش قلب نصیب نہیں ہو سکتی؟ اے بچوں کی ماؤں ذرا تمکو اس بدبختی اور کم نصیبی کی کچھ خبر نہیں۔ جس سے تمہاری پیاری اولاد تمکو آیندہ غم والم اور صدمہ پہنچائیگی ٭

ہم یہاں بہت سی موثر تمثیلیں دیسکتے ہیں۔ یہ بات تو بہت آسان ہے کہ اُن بکثرت زندہ مصیبت زدوں کا ذکر کیا جائے۔ جو اس غم والم میں مبتلا ہیں جو انکی اولاد کے گناہوں کے باعث اُنپر لاحق ہوا ہے۔ تم عالم تصور میں نہیں بلکہ حقیقتاً جاؤ اور اُس والدہ کو دیکھو جو بیٹھی ہوئی کمرہ میں رو رہی ہے اور بس کرنے سے انکار کرتی ہے کیونکہ اسکی لڑکی نیکی کی راہ سے بھٹک گئی ہے اور بہشت کے قابل نہیں رہی ہے۔ مگر پھر بھی کوئی شخص اس جان کنی کا اندازہ نہیں کر سکتا جس میں اس طرح سے بے آبرو اور شکستہ دل والدہ مبتلا ہوگی۔ یہ وہ غم ہے جسکی کیفیت اسی کو معلوم ہے کیونکہ اس نے اسکی تلخی چکھی ہے۔ اور اسکے بوجھ کا اندازہ کیا ہے۔ ہم اگر کسی متقی اور پرہیزگار گھر میں جائیں تو ہمکو ایسے والدین ملینگے جنکے چہرے رنج والم سے پژمردہ ہیں۔ تبسم کا اُنکے چہرے پر نام تک نہیں۔ اور انکی آواز کے غمگین لہجہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ کس قدر غم میں مبتلا ہیں۔ اگر اب ہم اس دل خراش رنج کی وجہ پوچھیں تو والدہ سسکیاں بھر کر اور آنسو بہا کر جواب دیگی۔ والد حتی الوسع اپنے تمام تحمل اور صبر کو یکجا کر کے جواب دیگا "میری بیٹی"! بس آگے اسکے زبان سے کچھ نہ نکلیگا۔ اسکے روح کی تکلیف اسے اپنے غم کے زیادہ اظہار سے روک دیگی ٭

دراصل اسکا تجربہ کرنا کیسا خوفناک ہوگا!

میں ایک والدہ کو جانتا ہوں جس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ یہ بدل وجان اسپر فدا تھی
اور جو کام یہ کہتا اسکے کرنے سے انکار نہ کرسکتی۔ اسمیں شک نہیں کہ اس لڑکے نے بہت
جلد اپنی والدہ پر حکومت کرنا سیکھ لیا۔ اس لڑکے کے والد کی وفات پر بیچاری والدہ
اس بدمعاش کے سہارے ہوگئی۔ جب یہ لڑکا بچہ تھا تو اُس والدہ نے اپنی فرض
سے غفلت کی تھی۔ اور اب اس لڑکے کے ناقابل ضبط جذبات اس والدہ کے اختیار
سے بڑھکر مضبوط اور مستحکم ہوگئے تھے۔ یہ خود رائے۔ مفسدہ پرداز اور کینہ ور نکلا۔
اسکی یہ حرکات سب سے بڑھکر اسکی والدہ کے واسطے تلخکامی کا موجب تھیں۔ اس کا
طیش اور غصہ بعض اوقات قریباً جنون تک پہنچ جاتا۔ ایک روز اپنی والدہ سے غصے
ہوکر اس نے اپنے گھر کو آگ لگادی۔ چنانچہ مکان مع مال و اسباب جلکر راکھ ہوگیا۔
اور یہ بیچاری حد درجہ کی مفلس ہوگئی۔ اس جرم میں یہ قید ہوگیا۔ اگر میں نہیں
تو اب یہ قید خانے میں دیوانہ ہوگیا اور عالم دیوانگی میں اپنی آنکھیں نکال ڈالیں۔ اب یہ تمام عمر
[illegible] قید خانہ کی پتھر کی دیواروں اور آہنی سلاخوں سے محصور اور سفر نا کبھی گل [illegible] ہے
ہائے! ایک والدہ کے واسطے۔ باوجود ان تمام تکلیفوں کے جو اُس نے اٹھائیں
اُن تمام تفکرات کے جنمیں یہ مبتلا ہوئی۔ اور اُن تمام حفاظتوں اور خبرداریوں کے
جو اُس نے کیں۔ یہ امر کیسا جان خراش اور تکلیف دہ ہوگا کہ وہ اپنے بیٹے کو
بجائے ایک محافظ اور شفیق کے بہوت اور مجنون دیکھے۔ اس بات تمنے اپنے بچے کا
عالم شیرخواری میں [illegible] حفاظت نہیں کی۔ تمنے اپنے آرام و آسایش کی
پروا نہ کی جو تم اُس وقت کرسکتے تھے۔ جب یہ بیمار ہوا تمنے اپنے خستہ اور ماندہ ہونے کا
مطلق خیال نہ کیا۔ رات بھر اسکے پاس بیٹھکر تم نے جوانی بسر کی اور اسکی تمام
ضروریات پوری کرتی رہیں۔ جب مسکراتا تھا تو تمکو خوشی و خرمی حاصل ہوتی
تھی جسکا بجز والدہ کے اور کوئی دنیا میں اندازہ نہیں کرسکتا۔ تمنے اس اپنے عزیز اور
پیارے خزانے کو اپنے سے لگایا اور [illegible] تمکو اسکا سہارا آیندہ [illegible]

یہ انجام ملے کہ تمہارا بیٹا نافرمانبردار بنے اور تم سے محبت کرے۔ اب تم کو کیسا خوفناک صدمہ ہو اگر یہ لڑکا بڑا ہوکر تم سے نفرت کرے اور تم کو برا بھلا کہے تمکو بیچارگی اور ضعیفی میں بے یار و مددگار چھوڑ دے۔ اور اپنی تمام کمائی اوباشی اور بدکاری اور شرمناک کاموں میں برباد کردے ٭

کس طرح تمہاری تمام دنیاوی شادمانی تمہارے بچے پر منحصر ہے؟ اسکا چال چلن اب تمہارے ہاتھ میں ہے اور اب خواہ تم اسے اچھا بناؤ یا برا۔ اگر تم اپنی حکومت میں مستقل ہو اور اپنے فرائض کے سرانجام دہی میں وفادار تو تمہارا بچہ غالبًا اپنی زندگی میں تمہاری عزت کریگا اور تمہارے آخری دنوں میں تمہارا عصا اور باعث آرام و آسایش ہوگا۔ لیکن اگر اسکے برعکس اگر تم میں اتنی مستقل مزاجی نہو کہ اپنی اولاد کو نافرمانی کے واسطے سزا دے سکو۔ اگر تم اسکے بد عادات کی بیخ کنی نہیں کرسکتے۔ اگر تم اپنی حکومت اور مرضی کے مطابق اُسے پورا نہیں کرسکتے۔ تو امید رکھو کہ یہ تمہارے لئے مصیبت و ادبار لائے گا۔ اغلب ہے کہ یہ تم سے تمہاری کمزوری کے باعث حقارت کرے۔ گھر میں اطاعت کی اسے عادت نہیں پڑی۔ یہ تمام رکاوٹوں سے نکل جائے گا اور تمکو اپنی زندگی سے کمبخت اور اپنی موت سے بدنام اور بے عزت بنا جائے گا۔

مگر بہت ہی کم والدین ایسے ہیں جو جیسا کہ انکو چاہیے ویسا خیال کریں۔ انکو خبر نہیں کہ وہ خوفناک اور مہلک نتایج کیا ہیں۔ جنکا انحصار اسپر ہے کہ یہ اپنی اولاد پر بوجہ احسن حکومت کریں۔ ہزاروں والدین ہمارے ملک میں اُن شاہ بلوط کے درختوں کی طرح ہیں جو طوفان اور بجلی سے شکستہ اور خراب خستہ کھڑے ہیں ہزاروں کی امیدوں پر پانی پھر گئے ہیں۔ ہر ایک خوش اقبالی اور خوشحالی دور ہوگئی ہے۔ اور حسرت سے پُر ہوکر دل خراش اور جانگداز ناامیدی کا شکار بن گئے ہیں۔ اور سب کی وجہ کیا ہے؟ صرف یہی کہ اُسکی اولاد بدچلن ہے۔ اور تاہم ہزاروں اسی رستے جا رہے ہیں اور اِنہیں مصایب کی برداشت کرنے کے واسطے تیار ہو رہے ہیں۔ اور بظاہر اپنے خطرے سے

بیکار اور فضول تکرار ہے اور اب یا تو والدہ مجبوراً دوا پھینک دے یا جبر کرے۔ اور زبر
دستی بے مزہ دوا اسے کھلا دے۔ لہذا اب بجائے اسکے کہ یہ اپنی اعلےٰ حکومت جتلاتی
اس نے اپنی بیٹی سے بحث کی۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس طور پر لڑکی نے
اس کے کھانے سے انکار کیا +

اب ایک اور والدہ کی مثال لو۔ جو اسی حالت میں یعنی اسکی بھی بیٹی بیمار ہے
نہ یہ اس قابل ہے کہ اسے دوا کھانے پر زور دے اور نہ اتنا اس میں استقلال
ہے کہ زبردستی کرے۔ یہ دوا پھینک دیتی ہے۔ اب جب حکیم آیا تو اُسے شرمندہ ہوکر
اپنی حکومت کی کمزوری تسلیم کرنی پڑی۔ اور اسی واسطے اُسنے اس سے یہ نہ کہا کہ اسکی
بیٹی نے دوا نہیں کھائی۔ اب حکیم نے لڑکی کی حالت پہلے سے بدتر دیکھی۔ اور یہ سمجھکر
کہ پہلا نسخہ اچھی طرح استعمال کر دیا ہے۔ دوسرا نسخہ لکھدیا۔ مگر لڑکی کو اس دوا کے پینے
سے جو فایدہ وہ ہے اسکی مطلق خبر نہیں تھی۔ اور والدہ نے خواہ کتنی ہی کوشش
کی سب بیکار گئی۔ چنانچہ پھر جاہل اور ممتا کی ماری والدہ نے دوا پھینک دی۔
اور بخار بلا مزاحمت لڑکی کے رگ و پے میں سرایت کرتا رہا۔ پھر طبیب آیا اور اپنے
نسخوں کی بے اثری دیکھکر متعجب ہوا۔ اور اُس نے دیکھا کہ بیچاری معصوم
لڑکی اب قریب المرگ ہے۔ ماں کو جب اپنی لڑکی کی اس حالت کی خبر ہوئی۔ اُسپر
تو جان کنی کا عالم طاری ہوگیا۔ اور جو حرکت اُس نے کی تھی اسکی مقر ہوئی مگر
افسوس بعد از وقت تھا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اسکی پیاری جیتی بیٹی راہی عدم ہوئی
اب کیا تم خیال کرتے ہو کہ اس والدہ نے اس زرد لاش کو کسی معمولی رنج والم سے
دیکھا ہوگا؟ کیا تم خیال کرتے ہو کہ اسکو یہ سوجھا ہوگا کہ اسی کی بدولت اسکی بیٹی بے
موت آئے مری۔؟ اگر تم کسی طبیب سے پوچھو تو یہ بتلا دیگا کہ بہت سے بچے اس
طرح فوت ہوگئے ہیں۔ جو بچے تندرستی میں فرمانبرداری کے عادی نہیں ہوتے۔
وہ بیماری میں اس سے بھی بدتر بڑے درجہ کی ضدی بن جاتے ہیں۔ جو کوششیں
کسی ضدی بچے کے ساتھ اسلئے کیجاتی ہیں کہ یہ دوائی پی لیں وہ بعض اوقات اپنا

جوش پیدا کر دیتی ہیں کہ دوائی کا اثر سراسر زایل ہو جاتا ہے - اور اسطوپیر ایک والدہ کو اپنے بچے کی قبر پر آنسو بہانا پڑتے ہیں صرف اس واسطے کہ اس نے اپنے بچے کو فرمانبرداری نہیں سکھلائی تھی ؛

اس میں کچھ شک نہیں کہ والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو انکی ضروریات کی معقولیت سمجھائیں یہ کام انکی تربیت کے واسطے کرنا چاہیے اور انکو اخلاقی مجبوریوں سے بہرہ ور بنانا چاہیے - مگر ہمیشہ انپر اس قدر حکومت ہونی چاہیے کہ جس سے یہ فوراً متابعت کریں - بلا اسکے کہ بچہ اپنی ضرورت کی کوئی دلیل دیکھے یا نہ دیکھے فوراً بڑوں کا کہنا سمجھکر تسلیم کرے - اس میں کچھ شک نہیں کہ بچے پر دلایل کے ساتھ حکومت کرنا ممکن ہے - بہت سے موقعے ایسے آئینگے کہ یہ کسی حکم کی معقولیت سمجھنے کے ناقابل ہوگا - اور اکثر اسکی خواہشیں فرض کے اس قدر برخلاف ہونگی - کہ اسکے سمجھانے کے واسطے جتنی کوششیں کیجائینگی سب بیکار جائینگی - لہذا سب سے پہلی بات جو تمھارا مدعا ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو پورا اپنے زیر فرمان رکھو - اسکو فرمانبرداری کرنا سکھلاؤ - مگر اسکو بخوبی یہ سمجھاؤ کہ جو اسے کہا جاوے وہ بلا تامل کرے - اسکو عادی کرو کہ خوشی سے تمھارے کہنے پر چلے اسی کا نام متابعت ہے - اور اچھی خاندانی حکومت کے واسطے یہ سب سے بڑھکر ضروری ہے - بغیر اس کے تمھارا گھر مسلسل شور و شر کا منظر ہوگا - تمھارے بچے کی پرورش کرنے کی محنت بالکل ناقابل برداشت ہوگی - اور ہر طرح سے اغلب ہے - کہ تمھاری اولاد کی آیندہ بے باکی بے احتیاطی اور ناشکری سے تمھارا دل پاش پاش ہو جاوے ؛

اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کسطرح یہ عادت فرمانبرداری کی پیدا کرنی چاہیئے جیسا کہ بہت سے شخصوں کا خیال ہوگا یہ امر ایسا مشکل نہیں ہے - نہ تو اسکے واسطے اعلے درجہ کی علمیت کی ضرورت ہے اور نہ کوئی خفیہ ہنر کی جو بڑی محنت سے حاصل ہو سکتا ہے نہ تو ہنر کی فضیلت اور نہ اعلے درجہ کی تعلیم بچے کو فرمانبرداری

سکھلانے کے واسطے درکار ہے۔ بلکہ وہ اصول جو ہمارے اس رستے میں راہنما
ہیں بہت ہی سیدھے اور بہت ہی سادے ہیں۔ اب کوئی ایسا حکم اپنی اولاد
کو نہ دو جسکی متابعت کرانے کا تمھارا ارادہ نہیں ہے بچے کو نافرمانی سکھلانے کا
موثر طریقہ اس سے بڑھکر اور کوئی نہیں کہ اُسکو بجاآوری کے لئے وہ حکم دو جسکی فرمانبرداری
پر اُسے مجبور کرنے کا تمھارا ارادہ نہیں۔ اس طور پر اولاد اپنی والدہ سے لاپرواہی
کرنے کی عادی ہو جاتی ہے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں عادت بہت زبردست
ہو جاتی ہے۔ اور بچہ پھر اس قدر مستحکم نظر حقارت سے والدہ کو دیکھتا ہے کہ
منت و سماجت اور خوف اور دھمکی کسی چیز کی بھی یہ پرواہ نہیں کرتا۔

(بالفرض) بیٹی قرآن کو نیچے زمین پر پھینکنا چاہتی ہے اور والدہ کہتی ہے:۔

"مریم۔ اس کتاب کو چھوڑ دو"

مریم۔ ایک لمحہ تامل کرتی ہے۔ اور پھر قرآن پکڑ لیتی ہے۔

اتنے میں والدہ نگاہ اُٹھاتی ہے اور دیکھتی کہ مریم پھر قرآن ہاتھ میں لیے کھیل
رہی ہے۔ اب والدہ ناراض ہو کر جھڑک کر کہتی ہے۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ کتاب ہاتھ سے رکھ دو اور تم نے میری بات
نہیں سنی؟ کیا تم پھر ایسا کرنا چاہتی ہو؟"

مریم پھر ایک لمحہ کے لئے کتاب ہاتھ سے رکھ دیتی ہے۔ مگر ایک لمحہ بعد پھر
اُسے اُٹھا کر کھیلنے لگتی ہے حتے کہ رفتہ رفتہ قرآن شہید کر دیتی ہے۔ والدہ دیکھ کر آ
پہنچتی ہے۔ اور مریم کو ایک زور سے تھپڑ مار کر کہتی ہے۔

"دیکھو اب آئندہ میری حکم عدولی نہ کرنا"

مریم رونے لگتی ہے اور والدہ قرآن اُٹھا کر کہتی ہے۔

"میں حیران ہوں میری اولاد اچھی طرح کیوں نہیں میری فرمانبرداری کرتی ہے"

یہ نظارہ جسکا ہم نے بیان کیا ہے کسی طرح دلچسپ نہیں ہے۔ مگر ہمارے تمام
ناظرین تسلیم کرلینگے کہ یہ کوئی غیر معمولی واقعہ بھی نہیں۔ اور پھر یہ تعجب ہے کہ جس اطفال

کی اس طرح تنبیہ کی جائے اور پھر وہ نافرمان بردار ہے؟ نہیں۔ درحقیقت اس کی والدہ اس سے نافرمانی کرواتی ہے۔ یہ اُسکو سکھلاتی ہے کہ اُسکی (والدہ کے) حکم کی کچھ پرواہ نہ کرے۔ بلکہ نامناسب سزا بھی جو اُسکو دیجاتی ہے وہ اسوجہ سے نہیں کہ اُس نے حکم عدولی کی تھی بلکہ اُن ناگہانی نتائج کے واسطے جو اُسکی حکم عدولی سے ظہور پذیر ہوئے تھے۔ یہ مثال جو بیان کی گئی اس میں اگر قرآن لڑکی کے ہاتھ سے نہ گر پڑتا تو اُسکو سزا نہ دیجاتی۔ لہذا تم کو چاہیئے کہ اپنے کنبہ میں اٹل اصول بنالو کہ جو تمھاری زبان سے نکلے وہ بمنزلہ قانون کے سمجھا جاوے ؏

ایکبار میں ایک موضع کے قریب گھوڑے پر سوار جارہا تھا کہ مینہ برسنے لگا اور مجھکو ایک دہقانی کے گھر میں پناہ لینی پڑی۔ کوئی ۶ لڑکے سارے کے سارے سرکش ناتربیت یافتہ کمرے میں ادہر اُدہر اچھل کود رہے تھے۔ اور اس قدر غل اور شور مچاتے تھے کہ اُنکی والد سے جو آتشدان کے پاس بیٹھا ہوا تھا میں بات چیت تک نہ کرسکتا تھا۔ مگر جب میں نے کچھ اس شخص سے کہنے کا ارادہ کیا تو اُس نے بآواز بلند کہا:۔

"بس شور مت کرو!"

لڑکے جیسے بارش کی طرف سے لاپرواہ تھے ویسے ہی اپنے والد کے حکم کا انہوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ اتنے میں پھر اُسنے جھڑک کر کہا:۔

"دیکھو لڑکو۔ خاموش رہو۔ ورنہ میں تم کو سزا دونگا!"

مگر لڑکے گویا ایسی دھمکیوں کے عادی ہوچکے تھے۔ اور یہ برابر شور و غل مچاتے رہے ؏

آخرکار اُس شخص نے مجھسے کہا:۔

"مجھکو تمام گانوں میں سب سے بدتر اولاد ملی ہے۔ یہ لڑکے مطلق میرا خیال نہیں کرتے"

حقیقت یہ تھی کہ اُن لڑکوں کا باپ سب سے بدتر تھا۔ جس طرح اس سے ہوسکتا تھا یہ ہو شرادرسید ہے طریقوں سے انکو نافرمانی سکھلاتا تھا۔ یہ اُنکو وہ حکم دیتا تھا کہ جنکی تعمیل کرانے کا ہرگز اسکا ارادہ نہ تھا۔ اور نہ کہ بیٹا جانتے تھے۔ بس یقین جانو کہ یہ حد درجہ کا معیوب اور قبیح امر ہے۔ اور جہانتک کوئی والدہ اس امر کی اجازت

دیتی ہے کہ اولاد اُسکی حکم کی تعمیل نہ کرے۔ وہاں تک وہ اپنی اولاد سامنے حقیر بنتی ہے۔ اور درحقیقت اسکو نافرمانی کا سبق سکھلاتی ہے ؛

اور کیا کسی حکم کی تعمیل پر اولاد کو مجبور کرنے میں کوئی مشکل ہے؟ اسی لڑکی کی مثال سے جو قرآن کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ اُسکی والدہ اگر منصف مزاج اور حلیم الطبع ہوتی تو یہ کہتی :-

"بیٹی یہ قرآن مجید ہے۔ اور تمکو اسکے ساتھ نہیں کھیلنا چاہیئے"!

لڑکی ایک لحظہ تامل کرتی ہے۔ مگر پھر مجبوراً ہمک کر اُسی کتاب کو اُٹھالیتی ہے جس سے کھیلنے کیواسطے یہ منع کی گئی تھی۔ اُسپر والدہ اُٹھتی ہے۔ لڑکی کو اپنے کمرے میں لیجاتی ہے۔ پھر بیٹھکر اس سے نہایت آرام سے کہتی ہے :-

"مریم - میں نے تم سے کہا تھا کہ کتاب نہ چھونا - اور تم نے میرا کہنا نہیں مانا - مجھکو بہت رنج ہے۔ کیونکہ اب مجھکو لازم ہے کہ تم کو سزا دوں"!

مریم اس پر رونے لگتی ہے اور وعدہ کرتی ہے کہ آیندہ یہ ایسا نہ کریگی ؛

والدہ : "مگر مریم تم نے میری نافرمانی کی ہے - اور تمکو اب سزا دینا لازم ہے"!

مریم روتی رہتی ہے مگر والدہ آرام سے اور اچھی طرح اُسکو سزا دیتی ہے اور ایسی سزا دیتی ہے جو اُسکو یاد رہے ؛

اِسکے بعد والدہ کہتی ہے :-

"مریم مجکو تمھارا سزا دینا بہت ناگوار ہے - میں تمکو پیار کرتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ تم نیک بخت لڑکی بنو"!

اب شاید یہ اُسکو چند لمحہ کیواسطے تنہا چھوڑ دیتی ہے - کیونکہ تھوڑی سی دیر کی تنہائی سے سزا کا دلپر گہرا اثر پڑتا ہے ؛

اب پانچ دس منٹ بعد یہ واپس آتی ہے - اور مریم کو گود میں اُٹھا کر کہتی ہے :-

"بیٹی کیا تم کو رنج ہے کہ تم نے میری نافرمانی کی"!

حسب دستور قریباً ہر ایک بچے کی طرح یہ کہتی ہے :- "ہاں"!

"تو تم آئندہ محتاط رہوگی اور میری نافرمانی نہ کروگی"؟

"ہاں اماں جان"۔

والدہ:- "اچھا مریم میں تمکو معاف کرتی ہوں۔ مگر خدا تم سے ناخوش ہے۔ تم نے میری اور اسکی نافرمانی کی ہے۔ اب تم چاہتی ہو کہ میں خدا سے دعا مانگوں کہ وہ تمھاری خطا معاف کردے؟"

"ہاں اماں جان"۔

اب ماں لڑکی کا ہاتھ میں ہاتھ لیکر خدا سے دعا مانگتی ہے۔ اور اسکے فضل و کرم امن و امان اور خوشی و خرمی کی درخواست کرتی ہے۔ اسکے بعد والدہ اس بیٹی کو مغلوب اور منکسر لیکر نکلتی ہے۔ رات کو جونہی اسکی بیٹی سونے لگتی ہے۔ اسکی والدہ نہایت پیار اور حلیمی سے اسکو اسکی نافرمانی یاد دلاتی ہے۔ اور اسکو نصیحت کرتی ہے کہ خدا تعالے سے معافی کی درخواست کرے۔ مریم اپنی طفلانہ سادگی سے خدا تعالے کے سامنے اپنی خطا کا اقرار کرتی ہے۔ اور اس سے معافی مانگ کر شب کو اپنی خبرداری کی اس سے ملتجی ہوتی ہے۔

اب یہ قیاس کرنا چاہیے کہ جب صبح کو یہ لڑکی بیدار ہوگی تو گذشتہ دن کی اسکی تربیت کا کیا یہ نتیجہ نہو گا کہ اسکے دل میں اس کی والدہ کی محبت زیادہ تر مستحکم ہو۔ جو وقت یہ کمرے میں کھیلتی ہوگی تو کیا یہ اس سبق کو بھول جائیگی جو اسے کل سکھلایا گیا تھا؟ اور پھر یہ اس چیز پر اپنا ہاتھ ڈالیگی جس سے اسکو منع کیا گیا تھا؟ اس قسم کی تربیت سے ایک عام اصول ایک بچے کے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ جو دائمی ہوتا ہے۔ اس سے ہر ایک حکم کا اس کے دل پر زیادہ رعب ہوتا ہے۔ اور والدہ کی عام حکومت اور بچے کی متابعت ترقی پذیر ہوتی ہے۔

مجکو معلوم ہے کہ بعض مائیں یہ کہتی ہیں کہ انکے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ اپنی اولاد پر اس قدر توجہ کریں۔ مگر اصل یہ ہے کہ جس قدر وقت ایک ایسے کنبے کی خبرگیری کے واسطے درکار ہے جسمیں یہ بدعملی پھیلی ہوئی ہو۔ اسکا ایک تہائی بھی تو ایسے کنبے کیواسطے

درکار نہیں جس میں باقاعدہ حکومت ہو۔ اپنے کنبے کی حکمرانی وفاداری سے کرنا ہی صرف وقت کے بچانے کا طریق ہے۔ کیا تم کو یہ گوارا ہو سکتا ہے کہ متواتر اور دائمی نافرمانبرداری کی مصیبت اور تکلیف اُٹھاؤ! کیا تم اس طرح اپنا وقت فضول صرف کر سکتے ہو کہ جب تم کسی کام میں مصروف ہو تو ہر لمحہ تمھاری سرکش اولاد کی شرارت کے سبب تمھاری توجہ میں خلل پڑے؟

فرض کرو کہ ایک ایسی والدہ ہے جسکی ایسی اولاد ہے جو اپنی خوشی اور مرضی کا کام کرتی ہے۔ اب والدہ اپنے کام میں ہمہ تن مصروف ہے۔ فرض کرو کوئی کپڑا سی رہی ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ کپڑا بہت ہی جلد تیار ہو جائے۔ اب ہر لمحہ اسکو مجبوراً نگاہ اُٹھا کر دیکھنا پڑتا ہے کہ اُسکے بچے کیا کر رہے ہیں حفیظ تو میز پر چڑھا ہوا ہے۔ کلثوم اسکے خانے نکال رہی ہے۔ کریم کمرے میں اچھلتا کودتا پھرتا ہے۔ ان کو شور سے کان پڑی بات نہیں سنائی دیتی۔ اور یہ حیران ہوتی ہے کہ کیوں اسکی اولاد اور لوگوں کی اولاد سے بڑھکر تکلیف دہ ہے۔

والدہ (جھڑک کر):۔ "کلثوم۔ میز کے خانوں کو چھوڑ دو"۔

اب کلثوم میز کے خانے چھوڑ کر ایک لمحہ کے لئے بھاگ جاتی ہے۔ کریم کے پیچھے دوڑتی پھرتی ہے۔ اور پھر آکر میز کے خانے نکالنے لگتی ہے۔

"کریم۔ بس چپ چاپ ایک طرف بیٹھ جاؤ"۔

کریم والدہ کے کہنے کی کچھ پرواہ ہی نہیں کرتا۔

والدہ اُٹھتی ہے۔ فرش خراب دیکھتی ہے۔ اور کریم کو جھٹکا دیکر کھینچ لیتی ہے۔ اور ایک طرف بٹھلا دیتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب یہ پھر اپنی جگہ جا بیٹھتی ہے اور اپنے کام میں مصروف ہو جاتی ہے کریم پھاوڑا لیکر اُسپر چڑھ بیٹھتا ہے۔ اور ایکدم بھاگنے لگتا ہے۔

میں آگے اب کچھ زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ مگر ہر شخص جانتا ہے کہ اس میں کچھ مبالغہ نہیں۔ کیونکہ ایسے واقعات بارہا ظہور میں آتے ہیں۔ ہزاروں بچے

ایسے تکلیف دہ۔ خود مختار۔ اور ناموزون طریق عمل سے اور ہمیشہ کے لئے بگڑ جاتے ہیں
اب جس والدہ کی ہم نے ابھی مثال بیان کی ہے یہ کہدینگی کہ اسکے پاس اتنا وقت نہ تھا
کہ اپنی اولاد کو مطیع بناتی۔ حالانکہ اگر یہ ہر ایک بچے سے وفاداری سے پیش آتی۔
تو اس قدر تکلیف اور تضیع اوقات سے بچی رہتی ؀

اب ہم فرضاً ایک اور ایسی والدہ کی مثال دیتے ہیں جو بیٹھی ہوئی کپڑا سی رہی ہے۔
اس نے اپنی اولاد کو فرمانبرداری اور متابعت سکھلائی۔ اسکے ۴ بچے ہیں تین کو
یہ ایک کونے میں بٹھلا دیتی ہے اور کچھ اینٹیں انکو دیدیتی ہے کہ اسکا بیٹھکر گھروندا
بنائیں۔ اور بالکل شور نہ کریں کیونکہ یہ اپنا کام ختم کرنا چاہتی ہے باقی تین کو علیحدہ ایک
کونے میں بٹھلا دیتی ہے۔ اور انکو سلیٹیں دیدیتی ہے کہ اپنر بیٹھکر تصویریں بنائیں۔
بچے جو ایسی باقاعدہ متابعت کے عادی ہیں فوراً خوشی خوشی اپنے اپنے کام میں
مصروف ہو جاتے ہیں۔ اور کوئی پون گھنٹے تک یہی حال رہتا ہے۔ انکی والدہ
بے غل و غش اپنے کام میں لگی رہتی ہے۔ گاہے گاہے یہ نگاہ اٹھاتی ہے اور کبھی تو ایک
طرف انکا گھروندا دیکھکر اور کبھی دوسری طرف سلیٹ پر تصویریں دیکھکر انکو تحسین
و آفرین کرتی جاتی ہے۔ اور اس طور پر یہ بچوں کو جتلا دیتی ہے کہ یہ اُن سے ہمدردی
کرتی ہے۔ اور اُنکے کام میں دلچسپی لیتی ہے بچے خوش و خرم ہو جاتے ہیں۔ اور
والدہ کا بالکل ہرج نہیں ہوتا۔ مگر یہ والدہ یہ نہیں کرتی کہ انکو ایک ہی کام کرنے
دے جبتک کہ یہ اس سے سیر ہو جائیں۔ بلکہ جب کوئی پون گھنٹے تک یہ ایسا ہی
کرتے رہتے ہیں یہ اُنسے کہتی ہے:۔

"اچھا اب تم بہت دیر تک کھیلتے رہے ہو۔ اب اپنی اینٹیں اٹھا کر ایکطرف رکھدو"

مریم:۔ "نہیں امّاں جان۔ ایک لمحہ اور مجھے کھیل لینے دو۔ میرا گھروندا تو اب
ختم ہونے لگا ہے"

شفیق والدہ (مریم):۔ "اچھا ختم کرلو۔ مگر جب ختم ہو جائے تو مجھے فوراً کہدینا"
کوئی چند لمحہ بعد مریم کہتی ہے۔ "ذرا دیکھنا امّاں جان کتنا بڑا گھروندا میں نے بنا لیا ہے"

ماں گھروندے کی طرف دیکھتی ہے - لڑکی کو شاباش کہتی ہے - اور پھر سب بچوں کو کہتی ہے کہ اینٹیں اُٹھاکر جہاں سے لائے تھے وہاں ہی رکھدیں - جن بچوں کے پاس سلیٹیں ہیں یہ اُن سے کہتی ہے کہ سلیٹیں اُٹھاکر لٹکادیں - پنسلیں ایک طرف رکھ دیں - کیونکہ جب صبح اُٹھکر اینٹوں کی ضرورت ہوگی تو اُنکی تلاش کرنے میں کچھ وقت ضایع نہ ہوگا ؛

اب قیاس کرو کہ کس والدہ کے پاس بہت وقت ہے ؟ اور کس والدہ کے پاس سب سے بڑھکر خوش وقت ہے ؟ اور کونسی ماں کو سب سے بڑھکر بعد میں اپنی اولاد کی الفت اور نیک چلنی سے اطمینان و آرام حاصل ہوگا ؟

شاید بعض لوگ کہینگے کہ یہ تصویر بہت خوش نما ہے - مگر ہمیں اسکی اصلیت کہاں تلاش کرنی چاہیے ؟ بیشک یہ افسوس کی جاہے کہ ایسے نظارے اکثر نہیں ملتے - مگر یہ امر سچ سے بہت دور ہے کہ ایسے نظارے پیش ہی نہیں آتے - بہت سے کنبے ایسے ہیں جنمیں والدہ خوش ہے اور بچے اپنی والدہ سے بڑی الفت کرتے ہیں - اور پھر ان کنبوں میں یہ ضروری نہیں کہ تمول اور علم ہو - ایسے کنبوں کی تربیت کیواسطے نہ کثیر دولت کی ضرورت ہے اور نہ وسیع علم کی - خانگی حکومت کا اصول سیدھا اور سادہ ہے - اسکی ابتدا یہ ہوتی ہے کہ ہر ایک حکم کی تعمیل مجبوراً کیجائے - اور یہ اصول قایم کیا جائے کہ والدہ کی زبان سے جو لفظ نکلے اُس سے ہرگز لاپرواہی نہ کیجائے - ہر ایک منصف مزاج والدہ درحقیقت اپنی اولاد کی معقول خواہشوں کے پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے - یہ انکو خوش وخرم رکھنا چاہتی ہے - مگر یہ کبھی انکو اجازت نہ دیگی کہ یہ اپنی والدہ کی خواہشوں کے برخلاف اپنی خواہشیں پوری کریں ؛

اس کی توضیح کے واسطے ہم اُن لڑکوں کی مثال لیتے ہیں جو اینٹوں سے کھیل رہے ہیں - انکی والدہ انکو کہتی ہے کہ اینٹیں اب اُٹھاکر رکھدیں - مگر مریم اجازت مانگتی ہے کہ تھوڑی دیر تک یہ اور کھیل لے تاکہ جو گھروندا یہ بنارہی وہ ختم ہو جاے -

ہاں چونکہ اس امر کی خواہان ہے کہ اپنی اولاد کو جہانتک ہوسکے خوش وخرم رکھے۔ اس کی یہ معقول خواہش منظور کرتی ہے۔ اب تو یہ ایک واجبی امر ہے۔ لیکن فرض کرو کہ اپنی والدہ کے حکم کے برخلاف بچے کھیلتے رہے۔ شاید انکا ارادہ تھا کہ اپنی کھیل میں مصروف رہیں یہانتک کہ جو گھروندا یہ بنا رہی تھی وہ ختم ہو جائے اب یہ سراسر نافرمانی ہے۔ بچے بجاے اپنی والدہ کے حکم کے اپنی خواہشوں پر آپ چلتے ہیں۔ اگر والدہ منصف مزاج ہے تو وہ ہرگز یہ گوارا نہ کریگی کہ اس سے چشم پوشی کرے یا سزا نہ دے۔ ممکن ہے کہ اس امر کے متعلقہ اسباب دیکھکر یہ خیال کرے کہ اسوقت ایک سخت سرزنش کی ضرورت ہے۔ لیکن اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیگی کہ فرمانبرداری کا ایک سبق انکے ذہن نشین کردے۔

بعض کہتے ہیں کہ ایسی خفیف بات پر خیال کرنے سے ضرور والدہ کو ہمیشہ اپنی اولاد میں بہت سے قصور ملینگے مگر یہ ایک بچے کے واسطے خفیف سی بات نہیں ہے کہ اپنی والدہ کی حکم عدولی کرے۔ شاید یہ ایک بار والدہ کی حکم سے لاپرواہی کرنا دوسری بار ایسے امر کے ارتکاب کا باعث ہو۔ یہ بدی کی ابتدا ہے جسے روکنا ضروری ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے ہی نافرمانی کے ظہور کا انسداد کرنا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے خفیف اور جزوی قصور بھی اولاد سے سرزد ہوتے ہیں جنپر دانا اور منصف مزاج والدہ چشم پوشی کرنا مناسب سمجھی گی۔ اولاد بے خیال اور غافل ہو جاینگی۔ اور اکثر بغیر اصلی ارادے کے سخت سے سخت حکومت سے گریز کریگی۔ لہذا اس امر میں انصاف کی ضرورت پڑیگی کہ کون سے قصور دنپر چشم پوشی کرنی چاہیے اور کن پر چشم نہیں۔ مگر میرے خیال میں ہمکو تیقین ہونا چاہیے کہ سراسر اور علانیہ نافرمانی کی حالت میں ہیچ ایسی نہ ہو کہ خفیف قصوروں میں شمار ہو۔ ہماری سب سے پہلے والدین (حضرت آدم وحوا) اسی وجہ سے بہشت سے نکالے گئے کہ انھوں نے اس پھل کو کھایا تھا جس کے واسطے انکو ممانعت کی گئی تھی اور گناہ یہ تہا کہ خدا تعالے کے حکم کی نافرمانی کی گئی تھی۔

اب ہر ایک والدہ اپنی اولاد سے فرمانبرداری کرواسکتی ہے اگر یہ بچپن ہی
سے اس سے اس طرح پیش آئے۔ کیونکہ ایام طفولیت میں اولاد سراسر والدہ کے
ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ اسکی تمام خوشی و خرمی اسی پر منحصر ہوتی ہے۔ چنانچہ اسطرح
خداوند تعالے نے والدہ کو تمام طاقت عطا کی ہے۔ تاکہ یہ اپنی اولاد کی جسطرح چاہے
حسب دلخواہ رہنمائی کرسکے۔ ہمنے مثال ماقبل میں دکھلانے کی کوشش کی ہے
کہ حکومت کا اصل اصول یہ ہے:۔

جب تم کوئی حکم دو۔ تو ہمیشہ مجبوراً اسکی فرمانبرداری کراؤ۔ اور خدا تعالے نے
ہر ایک والدہ کے اس امر میں یہ بات دی ہے۔ اس نے تمھارے ہاتھوں میں ایک
لاچار بچہ دیدیا ہے جو مطلق تم پر منحصر ہے۔ چنانچہ اگر یہ تمھاری نافرمانی کرے۔
تو جو کچھ تمکو کرنا ہے وہ یہ ہے کہ اسکی خوشی کے سامان کو علحدہ کردو۔ تاکہ بچہ بخوبی
سمجھ لے کہ نافرمانی کرنے سے ضرور سزا ملتی پڑتی ہے۔ جو کچھ خداوند تعالے نے
والدہ کو طاقت دی ہے اس سے بڑھکر کیا مانگ سکتی ہے؟ اور جن اغراض کے
واسطے یہ طاقت عطا کی گئی ہے اگر تم ان کے پورا کرنے میں کامیاب نہوں۔ تو
یہ ہمارا گناہ ہے۔ اور اسکا نتیجہ ہمکو اور ہماری اولاد کو بھگتنا پڑیگا۔ تربیت کی
مشق بعض اوقات ضروری ہے کہ رنج دہ ہو۔ لیکن اگر تم اس موقع پر ابھی سے
اپنے فرض کو پورا کرنے سے جھجکتی ہو۔ تو تم اپنے آپ کو اس غم والم کی فوج کا شکار بناتے
ہو جس کی چڑھائی تم پر بعد میں تمھاری نافرمانبردار اولاد کی بدولت ہوگی۔ اگر تم میں
اسقدر کافی استقلال اور قوت ارادہ نہیں ہے کہ جب ضرورت ہو تو تم اپنی اولاد
کو اس کی خواہشوں سے محروم کردو اور اسکو سزا دو۔ تو تمکو امید رکھنی چاہیے کہ ایک
زمانہ میں تم کو شکستہ دل ہونا پڑیگا۔ اور بس رنج والم ضعیفی میں تمکو اس کا بدلا ملیگا
اور جب تم اوباش لڑکوں اور ناشکر گزار لڑکیوں کو دیکھو تو اسوقت کو بھی خیال کرو
جب تم انکے [illegible] اگر [illegible] اپنے ذاتی آرام کو اپنی اولاد کی بہتری
اور بہبودی [illegible] اپنی [illegible] خوشی و خرمی [illegible] دیتیں [illegible] اسیا دبخشی کی

بھی شامل نہو جسکو تم نے اپنی مرضی سے پسند کیا ہے - اور جب تم اس قادر مطلق
کی میزان عدالت کے سامنے اپنی اولاد کو ملوگے اور یہ تمہاری طرف اشارہ کرکے
کہیگی:- یہ تمہاری ہی ادائیگی فرض کی غفلت تھی جس نے ہم کو بہشت سے
نکالدیا اور لا انتہا غم والم میں پھینکدیا" اسوقت تم پر وہ اثر ہوگا کہ جسکے بیان سے
زبان قاصر ہے - ہائے! والدہ کو اپنے فرض سے غفلت کرنا بہت ہی خوفناک
ہے - ابدی تقدیریں تمہاری سپرد کیگئی ہیں - جو اثر اسوقت تم کام میں لا
رہے ہو یہ جاری رہیگا - اور ابدالاباد تک نسلاً بعد نسلٍ چلا جائے گا۔

اولاد پر حکمرانی کی چند ہدائیتیں اور بھی ہیں جکا بیان کرنا ضروری ہے - چنانچہ سب سے
پہلے تو بچوں کی قدرتی طبایع میں ایک اختلاف عظیم ہوتا ہے - بعض کے خیالات
بڑے نازک ہوتے ہیں اور محبت سے پیش آنے سے بہت جلد مطیع ہو جاتے ہیں
بعض قدرتاً آزاد طبیع اور خود رائے ہوتے ہیں - بعض اوقات کسی بچے کے
جذبات بھڑک جاتے ہیں - اور اس کی قوت ارادہ کسی بات پر ہٹ جاتی ہے -
اور یہ بجز ایک سخت کوشش کے مغلوب نہیں ہو سکتا - قریباً ہر ایک والدہ
ان باتوں سے واقف ہے - اور یہ جانتی ہے کہ اکثر ان حرکات سے بچے کا
چال چلن مذبذب ہو جاتا ہے - اگر اسوقت بچہ غالب آجائے تو بعد ازاں والدہ
کے واسطے یہ قریباً ناممکن ہو جاتا ہے کہ وہ اسپر اپنا اقتدار بٹھلا سکے - بچہ سمجھتا ہے
کہ میں فاتح ہوں اور والدہ مفتوح - اور بہت ہی سخت دقت سے پھر یہ اپنی آزادی کو

ہاتھ سے چھوڑ سکتا ہے۔ اگر اسکے برعکس والدہ غالب آئے۔ اور بچہ مغلوب ہو جائے۔ تو یہ سمجھتا ہے کہ اب فیصلہ ہو گیا ہے۔ اور اسکے پاس اب اتنی جرات نہیں رہی کہ اس کا مقابلہ کرے۔ جس نے اپنے آپ کو اس سے اعلےٰ ثابت کر دیا ہے۔ مجکو ایسی حالتیں اور وقت نجیز حالات معلوم ہیں۔ جو والدہ کے بہت کچھ حد سے بڑھکر دل دُکھانے کا باعث تھے۔ لیکن اگر ایک دفعہ انکی بنا پڑ جائے تو یہ اُس وقت تک جاری رہتے ہیں جبتک کہ بچہ مغلوب ہنو۔ مگر والدہ کے واسطے یہ کسی طرح بے آرامی سے خالی نہیں کہ یہ دل چھوڑ بیٹھے اور مغلوب ہو جائے۔

چند سال گزرے کہ حسب ذیل ایک تنازعہ مشاہدہ میں آیا تھا۔ ایک صاحب اپنے آتشدان کے نزدیک ایک روز شام کو بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنکے ارد گرد انکے بال بچے تھے۔ انہوں نے ایک حروف ہجا کی کتاب اُٹھائی اور اپنے ایک چھوٹے بچے کو بلایا کہ آکر اسے پڑھے۔ اُس لڑکے کا نام احمد تھا اور کوئی چار سال کی اسکی عمر تھی۔ اُسکو حروف تہجی تمام معلوم تھے۔ مگر اُس وقت اتفاقاً یہ کچھ سست طبیعت اور بے دل سا تھا۔ اور بالکل اس قابل نہ تھا کہ اپنے والد کی فرمایش پوری کر سکے۔ جس وقت اُسکے والد نے اُسے بلایا یہ طوعاً و کرہاً منھ بنا کر آیا مگر جب والد نے حروف تہجی کے پہلے حرف پر انگلی رکھکر اُس سے پوچھا۔ اور کہا۔

"احمد یہ کونسا حرف ہے؟" لڑکے نے کچھ جواب نہ دیا۔ احمد کتاب کو دیکھتا تھا اور چُپ چاپ صمٌ بکمٌ کھڑا تھا۔

والد (خندہ پیشانی سے):۔ "برخوردار تم حرف الف تو جانتے ہو"۔

احمد:۔ "میں الف نہیں کہہ سکتا"۔

والد (ترش روئی اور سخت لہجہ سے):۔ "تمکو کہنا پڑیگا۔ یہ کونسا حرف ہے؟"

احمد نے جواب دینے سے انکار کیا۔ اب اچھا خاصہ تنازعہ شروع ہو گیا۔ احمد اپنے ارادے میں مستقل تھا اور اُس نے ٹھان لی کہ یہ نہیں پڑھونگا۔ مگر والد کو معلوم تھا کہ اگر لڑکے کو غالب آنے کا موقع دیا گیا تو اسکو سراسر برباد اور تباہ کرتا ہوگا۔ یہ جانتا تھا

کہ خواہ کچھ ہو۔ کیسی ہی دقت اور مشکل کیوں نہ لاحق ہو مگر اسکو مغلوب کرنا چاہیے۔ چنانچہ والد نے اسکو دوسرے کمرے میں لیجاکر سزا دی۔ پھر بیٹے کو واپس لایا اور پھر اسکو حرف دکھلایا مگر احمد نے اب بھی اُسکے بتلانے سے انکار کیا باپ پھر بیٹے کو کمرے میں لے گیا۔ اور آگے سے بڑھکر سخت سزا دی۔ مگر کچھ فایدہ نہوا۔ ضدی لڑکا اب بھی حرف بتلانے سے انکار کیے گیا اور جب اُسے بتلایا گیا یہ حرف الف تھا تو اُس نے کہا "مَیں الف نہیں کہہ سکتا"۔ پھر والد نے جہانتک ہو سکا سخت سزا دی۔ اور پھر بھی لڑکے نے حالانکہ اس کا تمام بدن تھرتھرا رہا تھا۔ حرف بتلانے سے انکار کیا۔ باپ اسپر نہایت متفکر ہوا۔ اُس کو افسوس تھا کہ کیوں خواہ مخواہ اسقدر تنازعہ کو اس نے طول دیا۔ یہ ابتک اسقدر سخت سزا اپنے لڑکے کو دے چکا تھا کہ اس سے بڑھکر سخت سزا دینے سے یہ ڈرتا تھا۔ تاہم خود رائے اور سرکش لڑکا اسکے سامنے کھڑا سسکیاں بھر رہا تھا۔ اور تھرتھرا رہا تھا۔ مگر بظاہر مثل پتھر کرش سے مس نہ ہوتا تھا۔ والد کو اُسوقت بہت رنج تھا۔ اسکو مجبوراً جو کچھ تکلیف اپنے بچے کو پہنچانی پڑی تہی اسپر اسکا دل پاش پاش ہو رہا تھا۔ یہ جانتا تھا۔ کہ اب اس سوال کا فیصلہ ہو جانا چاہیے کہ فاتح کون ہے اور مفتوح کون ہے اور جب ایک عرصے تک اس کا لڑکا اسی طرح کھڑا رہا۔ اس کو اس کا انجام سوچکر بہت خوف ہوا۔ والدہ بھی پاس ہی بیٹھی تھی اور اس میں شک نہیں کہ اسکو بھی بہت صدمہ گذر اتھا۔ مگر بالکل مطمئن تھی۔ کیونکہ والدین کا فرض تہا کہ اپنی اولاد کو مطیع کریں۔ اور یہ بھی جانتی تھی کہ ایسی آزمایش کی گھڑی میں والدہ کے رنج والم کو مداخلت نہ کرنی چاہیے۔ نہایت ہی سخت دلی سے۔ والد نے پھر اپنے لڑکے کا ہاتھ پکڑا کہ اسکو کمرے سے باہر لیجاکر اور سزا دے۔ مگر اُسکی غیر مترقبہ خوشی دیکھو۔ کہ لڑکا زیادہ تکلیف برداشت کرنے سے جھجکا اور چلاکر کہنے لگا:۔

"ابا جان ۔ میں حرف بتلا دونگا"! باپ نے اسوقت ایسے خیال سے جسکا اندازہ آسانی سے نہیں ہو سکتا۔ کتاب ہاتھ میں لی اور حرف پر انگلی رکھی۔

احمد (نہایت صفائی سے):۔ "الف"

والد (دوسرے حرف پر انگلی رکھکر):۔ "اور یہ کیا ہے؟"

احمد:۔ "ب"

"اور یہ کیا ہے؟"

"ت"

والد (پھر پہلے حرف پر انگلی رکھکر):۔ "اور یہ کیا ہے؟"

مغلوب لڑکا:۔ "الف"

"اچھا اب کتاب اپنی والدہ کے پاس لیجاؤ اور جو حرف وہ پوچھے اُسے بتلاؤ"

والدہ:۔ "بیٹا یہ کیا حرف ہے؟"

"الف"

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ بالکل مغلوب ہوگیا تھا۔ باقی بچے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے اس تنازعہ کو دیکھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ میدان کس کے ہاتھ رہا تھا۔ اور احمد نے وہ سبق سیکھ لیا جو اُس نے اپنی تمام عمر میں نہ بھولا۔ اسکو معلوم ہوگیا کہ آیندہ اسکو ایسا غیر واجبی جھگڑا نہ کرنا چاہیے۔ اور یہ اچھی طرح اسکے ذہن نشین ہوگیا کہ سب سے بڑھکر پُر امن اور مسرت بخش راستہ اسکے واسطے متابعت ہے۔

مگر شاید کوئی شخص یہ کہے کہ اُس بچے کو اسقدر سخت سزا دینا بیرحمی تھی۔ بیرحمی! ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ سراسر رحم اور محبت تھی۔ بیشک بیرحمی ہوتی اگر والد اُسوقت کوتہ اندیشی بیجا تا اور اپنا فرض ادا کرنے سے جھجک جاتا جو جذبات اس وقت بچے کے دل میں تھے۔ جسقدر اون میں قوت تھی۔ اور غلبہ پانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اگر بلا مزاحمت چھوڑ دیے جاتے۔ تو اغلب تھا کہ بچے کے حق میں یہ سب ملکر سم قاتل ہوجاتے۔ اور ساتھ ہی اسکو اسکے دوستوں کے حق میں ضرر رساں بنا دیتے۔ یہ امر بالکل یقینی ہے کہ اگر بچہ اسوقت فتح پاتا تو آیندہ جتنی کوششیں

اس کے مغلوب کرنے کے واسطے کیجاتیں سب بیکار اور بے سود جاتیں - اور کوئی بندش
اس کے واسطے نہ رہتی - بیرحمی ! اے کاش ہماری اولاد اُن لوگوں کی شفیقانہ مہربانیوں
سے بچی رہے جو ایسی اصلی - سچی - اور حقیقی مہربانی کو بیرحمی سمجھتے ہیں ٭

اگر ممکن ہو تو ہمیشہ ایسے تنازعوں سے احتراز کرنا چاہیے - بہت سے بچوں کو اُنکے والدین
بلا کسی ایسے تنازعہ میں پڑنے کے پرلے درجہ کا مطیع بنا لیتے ہیں - اور اسمیں کچھ
شک نہیں کہ کسی بچے کو معمولی علم سے تربیت کرنا اچھا ہے بہ نسبت اسکے
کہ کسی ایسے خوفناک جھگڑے کا سامنا کیا جاوے - جس میں بعض اوقات بہت
سختی درکار ہوتی ہے - لہذا عقل ہمکو سکھلاتی ہے کہ ہم بچے کو ایسا موقع نہ دیں
کہ اپنی تمام قوت لگاکر ہمیں مخالفت کرنی پڑے - وہ خاص موقع اور خاص طور اُسکے
ہوتے ہیں جو عموماً ایسی باغیانہ طاقت کا اظہار کراتے ہیں - اگر ہم ذرا سی پیش بینی
سے کام لیں تو اکثر بغیر کسی قسم کی متابعت کے ہم اس برانگیختہ خیال کو بجائے اسکو
حد درجہ کی تقویت دینے کے دور کر دینگے - معقول انتظام سے بعض اوقات ہم
ایسی بغاوت کو اسکے سب سے پہلے ہی اظہار پر روک سکتے ہیں - قبل اسکے کہ یہ اس
حد تک زبردست ہو جاوے کہ ہمکو اپنی تمام طاقت اسکے سر کرنے میں صرف کرنی پڑے ٭

بطور تمثیل کے ہم فرض کرتے ہیں کہ کلثوم اور احمد آج شام کو باہم کھیل رہے
ہیں - احمد دق ہو کر اپنی بہن کو مار بیٹھتا ہے - اس نے یہ حرکت بغیر کسی
قسم کی ترغیب کی ہے - لہذا اسکو سزا ملنی چاہیے اور اُسکو اپنی بہن سے معافی
مانگنی چاہیے - مگر والدہ دیکھتی رہی ہے کہ احمد کی طبیعت صبح سے شام تک تمام دن
بہت بگڑی ہے - اس نے آج بڑی سرکشی اور سرزوری دکھلائی ہے - والدہ
دیکھتی ہے کہ اسوقت یہ جوش میں ہے اور غضبناک ہے - ہر ایک والدہ جانتی ہے کہ
ایسے خیالات کے اختلاف غیر معمولی نہیں ہیں - ایک دن تو ایک بچہ خوش اور سلیم ہوتا
ہے - دوسرے دن بالکل برعکس - یعنی ذرا ذرا سی چیزوں سے یہ دق ہوتا ہے - اور
اُسکی طبیعت بہت بگڑی ہوتی ہے - والدہ دیکھتی ہے کہ اسکے بچے کی یہ حالت ہے

اس نے قصور کیا ہے اور اسکو اپنی بہن سے معافی مانگنی چاہیے - مگر وہ یہ بھی
جانتی ہے کہ اپنے ناموافق اور پر جوش طبیعت کی حالت میں یہ نہایت زور سے
اس کی حکم عدولی کریگا - جیساکہ بلا وجہ یہ دق ہے - اسیطرح اس سے یہ کہنا کہ یہ
اپنی ہمشیرہ سے معافی مانگے نہایت ہی سخت جبر کا کام ہوگا - اگر اسکی والدہ
اس سے ایسا کرنے کو کہے تو اسکی طبیعت کا میلان انکار کرنے کی طرف ایسا زبردست
ہوگا کہ ہر طرح یہی اغلب ہے کہ یہ متابعت کرنے سے انکار کرے - تو اب والدہ کو چاہیے کہ
کہ بیٹے کو سزا دے - اور اگر اس نے ایسا کیا تو پھر وہ جھگڑا شروع ہو جائیگا اور جبتک
بچہ متابعت نہ کرے برابر جاری رہیگا - اب اس جھگڑے سے احتراز کس طرح ہو سکتا
ہے؟ کیا والدہ بیٹے کے قصور سے چشم پوشی کرے؟ غالباً نہیں - والدہ اُٹھتی ہے -
احمد کا ہاتھ پکڑتی ہے - اور کہتی ہے :-
"بیٹا دیکھو تمنے بڑی سخت غلطی کی ہے - تمھاری طبیعت بگڑی ہوئی ہے - اور
اب بس تمکو ہمارے پاس نہیں رہنا چاہیے - میں تمکو پلنگ پر لیجاتی ہوں"-
چنانچہ اتنا کہکر اسے کمرے میں لیجاتی ہے" - مگر قبل اس کے کہ یہ اسے تمام رات
کے واسطے یہاں چھوڑ دے - یہ اس سے شفیقانہ مگر غمناک آواز میں کہتی ہے کہ
میں تم سے بہت ناراض ہوں - اور خدا بھی تمہارے اس فعل سے بہت ناخوش
ہے - جیساکہ دستور ہے بچہ دعا مانگتا ہے - یا پلنگ کے قریب دو زانو ہوکر خدا
کی معافی کا خواستگار ہوتا ہے - پھر والدہ اُسے اسکے اپنے خیالات میں اور سونے
کے واسطے چھوڑ دیتی ہے ؞

غرض اسطور پر اسے اپنے قصور کی سزا ملجاتی ہے - اور جب یہ پلنگ پر پڑا
ہوتا ہے اور باہر سے اپنے بھائی بہنوں کی ہنسنے بولنے کی آواز سنتا ہے - تو
اُسکو معلوم ہوتا ہے - کہ ایک سعادت مند لڑکا بننا کیسی دانائی کی بات ہے -
صبح کو یہ جاگتا ہے - رات بھر میں اسکے پرجوش خیالات کو آرام مل چکا ہے - یہ
سوچتا ہے کہ اپنی گزشتہ دن کی حرکت سے یہ کیسا ناخوش ہوا - اور آیندہ احتیاط

رکھنے کا ارادہ کرتا ہے۔ نیند کے آرام دہ اثر سے اسکے تمام باغیانہ خیالات سرد پڑ جاتے ہیں۔ اسکے جذبات برانگیختہ نہیں ہوتے۔ اب والدہ بلا کسی خوف کے کہ یہ سرکشی اور خودرائی سے مزاحمت کریگا جو چاہے اسکے دل نشین کر سکتی ہے۔

جب صبح کو سب بچے باہر آتے ہیں۔ یہ احمد اور کلثوم کو اپنے سامنے بلاتی ہے۔ اور ہر ایک کا ہاتھ پکڑ کر نہایت حلم سے کہتی ہے:۔

"بیٹا کل رات تم نے اپنی بہن کو مار کر ہم سب کو ناراض رکھا"

"ہاں اماں جان مجکو افسوس ہے"

احمد کہتا ہے اور آسانی سے اسکے دل میں پشیمانی اور تابعت کا خیال آجاتا ہے جو اُسکے دل میں اُس گھڑی کم از کم بغیر بہت سخت مشکل کے نہ آسکتا تھا۔ جب یہ غصے میں بھرا ہوا پرجوش تھا۔ چنانچہ مناسب انتظام سے مدعا اسطرح برآتا ہے۔ اور تنازعہ کا بھی سامنا نہیں ہوتا۔ احمد کے قصور سے چشم پوشی نہیں ہوتی اور یہ مطیع ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر والدہ بچے کے طبیعت کی عجیب حالت کا کچھ خیال نہ کرکے اسکو اُسی دم اسکی بہن سے معافی مانگنے کا حکم دیتی۔ تو اغلب تھا۔ کہ ایسا تنازعہ برپا ہوتا جو ماں اور بیٹے دونوں کے واسطے بہت ہی دردناک ہوتا۔ اور تربیت کا آخری اثر شاید بچے کی طبیعت پر ایسا عمدہ نہ پڑتا۔ لیکن بعض صورتیں اکثر ایسی بھی پیش آئینگی کہ ایسے جھگڑے سے بچنا ممکن نہوگا۔ لیکن والدہ کا یہ فرض ہے کہ استقلال اور دلیری سے اس کا سامنا کرے اگر تم اس وقت اپنی باطل خیالی سے جھجک جاؤ تو تم اُس مقدس کفالت صادق نہ رہوگے جو خدا تعالے نے تمہاری ذمہ کی ہے۔ کیا یہ والدہ کی شفقت ہے کہ اپنے بچے کو مر جانے دے بجائے اسکے کہ وہ تلخ دوا اپنے بچے کو پلائے جس سے یہ تندرست ہو جائے؟ اور کیا یہ مہربانی ہے کہ وہ اُن جذبات کو غالب آنے دے جو اگر مغلوب ہوں تو اُسوقت کے واسطے اور نیز ابدالاباد تک اُسے پوری سزا دیتے رہینگے؟ اگر دنیا میں کوئی بیرحمی ہے جو حقیقتاً خوفناک ہے۔ تو وہ بیرحمی ایک کاذب نازبردار اور کوتہ اندیش والدہ کی ہے۔

غرض یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اُن موقعوں پر جہاں والدین اور اولاد میں ایسے تنازعہ ناممکن الاحتراز ہوں۔ والدین کو اپنے فرض کی ادا کرنے میں استقلال چاہیے۔ لیکن تاہم ایسے تنازعوں سے بہت سی حالتوں میں احتراز ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی لڑکا کھانا نافرمانی کرتا ہے۔ تم اس کو اس نافرمانی پر صرف سزا دے سکتے ہو اور بس یہاں مشکل ختم ہو جائیگی۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ تم ہر حالت میں جو حکم پہلے دو اسکو پورا کرالو یعنی فرض کرو کہ تم نے ایک چھوٹی لڑکی سے کہا کہ یہ اپنی بہن کو کتاب دیدے۔ اور اس نے انکار کیا۔ اب دو طریقے ہیں جن سے تم اپنا حکم برقرار رکھ سکتے ہو۔ تم اُٹھو اور خود کتاب لڑکی سے لیکر اسکی بہن کو دیدو۔ اور پھر نافرمانبردار لڑکی کو ایسی سزا دو جسکی یہ مستحق ہے یا یہ کہ تم فرمانبرداری پر اصرار کرو۔ اور لڑکی پر زبردستی کرکے ایسا جھگڑا پیدا کرلو۔ جو طول طویل اور رنجدہ ہو۔ اب تم ان دونوں طریقوں میں سے کس کو اختیار کرتے ہو؟ تمکو چاہیے کہ مستقل رہو اور خود ہی اسکا فیصلہ کرو۔

ماقبل مثالوں میں ہم نے وہ خیالی اختلافات بیان کئے ہیں جو بچوں میں ہوتے ہیں۔ جس شخص کا تعلیم سے کچھ بھی تعلق ہوگا وہ اُسکو مشاہدہ کرنے سے نہ چوکا ہوگا۔ قریباً ہر ایک شخص یہ بات جانتا ہے کہ اکثر ایسے موقعے بھی آتے ہیں جب اُسکی طبیعت مغموم ہوتی ہے۔ ہمارے مزاج صحت جسمانی کے مطابق مکدر اور مسرور ہوتے رہتے ہیں۔ اور جو شخص کہ اس قابل ہو کہ بلا اختلاف ہر وقت ایک ہی طور پر برقرار اور مسرور رہے اور کسی طور کی کدورت یا فکر اسکی طبیعت کی حالت میں خلل انداز نہو اُسکو دل کی ایک بڑی فتح حاصل ہوتی ہے۔ بعض اشخاص کے نظام عصبی ایسی نزاکت سے وضع ہوتے ہیں کہ ذرا سی مشرقی ہوا یا بارش کے دن سے انکا دل بالکل بے قرار اور مضطرب ہو جاتا ہے۔ جب ہم بعض دانا سے دانا اور عمدہ سے عمدہ شخصوں کو ایسی ناسازیوں میں مبتلا دیکھتے ہیں تو ہمکو بچوں سے تحمل اور ہمدردی کرنی سیکھنی چاہیے۔ ایسے موقعوں پر ایک منصف مزاج والدہ یہ سمجھکر کہ آتش مزاجی جسمانی اور دماغی دونوں قسم کی ناسازی ہے۔ حتی الوسع بچے کو برقرار اور مطمئن کرنے کی کوشش کریگی۔ جو چیز اسکے خیالات کو بھڑکانے

والی ہوگی وہ اس سے احتراز کریگی اور اُن خیالات کو دل سے بھلا کر یا اور کسی شغل یا بنید سے سرد کرنے میں کوشاں ہوگی۔ غرض اس طور پر یہ بچے کو بہت سی ناخوشی سے بچا لیگی اور محبت آمیز اور خوشگوار طبیعت کو ترقی دیگی۔ غالباً بہت سے والدین بچوں کے دلوں کے اُن اختلافات کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور اسطرح اُنکو دائمی رنج پہنچتا رہتا ہے تب بچے کی طبیعت ایسی نازک واقع ہوئی ہے کہ یہ لاپرواہی اور تشدد کے طریقہ سے قابو میں نہیں آتی۔ انکے شفیق اور حلیم خیالات کو مادرانہ ہمدردی اور محبت سے اُبھارنا چاہیے اور ہمکو کوشش کرنی چاہیے کہ انکی اتفاقی آتش مزاجی کو اسطرح سرد کریں کہ انکے دل کو ناگوار جوش دینے والی امور سے باز رکھیں اور مسرت بخش خیالات میں ان کو محو کریں۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ بچوں کی قدرتی طبایع میں ایک عجیب اختلاف ہے۔ مگر اس سے بڑھکر اور کوئی امر یقینی نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک طبیعت بد انتظامی سے بہت دق ہو سکتی ہے۔ اور یہ کہ ایک بچہ جو غیر مانوس خیالات کا ہو معقول تربیت سے حلیم اور شفیق بن سکتا ہے۔ طبیعت کی تربیت تعلیم کا ایک ضروری حصہ ہے۔ ہم اسی واسطے بچے کے خیالات اور میلان طبع کو غور وخوض سے جانچنے اور تربیت کو ان تغیرات کے موافق بنانے کی ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسی صورتیں پیش آئینگی جنمیں والدہ کو اپنی فرض کی تمیز مشکل ہوگی۔ مگر ایسی صورتیں شاذ و نادر ہی پیش آتی ہیں۔ ظاہر اعمدہ حکمت عملی یہ ہے کہ جب بچہ اس طرح پُر جوش حالت میں ہو۔ تو اسکو ترغیب وتحریص کی قوت سے جہانتک ہو سکے باز رکھا جائے۔ اور اگر یہ کوئی قصور کرے جسکا انسداد ضروری ہو تو ایسی سزا دینی چاہیے کہ جس سے قرار اور آرام رہے۔ مثلاً اسکو آگ کے پاس آرام سے بٹھلا دو۔ اور کہدو کہ آدھ گھنٹے تک یہ یہاں سے نہ اُٹھے۔ کوئی دلچسپ کتاب یا کھلونا اسکے ہاتھ میں دیدو جس سے اس کا دل بہلے۔ اور اس طور پر شرارت کے موافق سزا ہونی چاہیے۔ یہ سزا تمسخرانہ نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ بچہ اسکو صلہ سمجھتا ہے

اور یہ اس قسم کی ہے جس سے بہت فایدہ متصور ہے۔ بعض قصور ممکن ہے کہ اس سے
ایسا ہی سرزد ہو۔ جو بلحاظ اسباب موجودہ کے قابل خیال نہو۔ مثلاً یہ تنگ مزاجی
سے اپنی بہن سے پیش آیا۔ والدہ نے اسکا کچھ خیال نہ کیا۔ مگر پھر بھی اسکو اس کی
تنگ مزاجی سے فوراً نہ یہ کرنے کی ضرورت معلوم ہوگی۔ اور اگر اس نے کوئی ایسی
دل بہلانے والی بات نکالنے کی کوشش کی جس سے یہ خوش ہو جاے یعنے اس نے
اپنا کام چھوڑ دیا۔ اور بچوں کے ساتھ اُنکے کھیل میں شریک ہوگئی۔ یہانتک کہ
اسکے مسرت بخش اثر سے خوشی و خرمی اُنکو حاصل ہوگئی۔ تو ممکن ہے کہ یہ
اس طرح سے کہے۔

سنو احمد۔ میں چاہتی ہوں کہ تم اپنی سلیٹ لو۔ اور کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ اور میں
دیکھوں کہ تم کسی جانور کی ایسی تصویر بنا سکتے ہو کہ میں اسکو دیکھتے ہی بتلا سکوں
کہ یہ فلاں جانور ہے اور کلثوم تم بھی اپنی سلیٹ لو اور اپنے بھائی کے پاس
جا بیٹھو اور تصویر بناؤ۔ اب بچے اپنے نئے کھیل سے خوش ہوگئے۔ یہ اب اپنے
کام میں مصروف ہیں۔ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے ہیں کہ اُنکی ماں
نہ سن لے کہ کونسا جانور یہ بنانے لگے ہیں۔ اور اس سیدھی سادی تدبیر سے
آتش مزاجی کا جو بادل اُمنڈ رہا تھا وہ بہت جلد زایل ہوگیا۔ اگر والدہ نے اسکے
برعکس بچہ کو اسکے اتفاقیہ تنگ مزاجی کی سزا دی ہوتی تو اسکی طبیعت اسقدر
جلد یا ایسی خوشی سے اصلی حالت پر نہ آتی یا اگر والدہ اس موقع پر کچھ خیال نہ
کرتی تو بچہ کی ترش مزاجی بڑھتی اور اُس کو ضرر پہنچتا۔ اور اغلب تھا کہ ایک جھگڑا
اُٹھ کھڑا ہوتا۔ اگر والدہ علے التواتر غور کرتی رہیگی تو یہ اُن تغیرات کو پہلے ہی سے دیکھ
لیا کریگی اور بہت سی مشکلات کو اس طرح روک دیگی ؎

اگر بچے نے عمداً اور بارادہ قصور نہیں کیا تو کبھی سزا نہ دو۔ اکثر بچوں کو ناانصافی سے سزا دیجاتی ہے۔ اکثر ایسا
ہوتا ہوگا جو باتیں دراصل غلط ہوتی ہیں وہ نظر انداز کر دیجاتی ہیں اور پھر سزا کسی ایسے قصور پر دیجاتی ہے۔
جسکا بچہ اصل قصوروار نہیں ہوتا ایسا طریق بچہ کے دل سے اتفاقیہ واقعات اور قصور بالعمد کے مابین امتیاز کی قوت کو

ترائیل کر دیتا ہے - اور یہ طریقہ بذاتہ بڑا اور ناقص ہے - والدہ
کو تمام طاقت حاصل ہوتی ہے - اور سب سے بڑھکر جابر اور ظالم بن سکتی ہے - اور
بچہ لاچار ہوتا ہے - اس سے بڑھکر اور کوئی بیرحمی نہیں ہو سکتی جو اس طرح
اکثر پُرجوش والدین اپنی اولاد پر کیا کرتے ہیں - یہ اکثر ہوتا ہے کہ جو والدہ ناانصافی
کرنے کا ارادہ نہیں کرتی اتفاقیہ واقعات اور قصور میں تمیز کرنے سے غافل رہتی ہے - مثلاً
ایک بچہ کمرے میں کھیل رہا ہے - اور اتفاقاً اُسکا کپڑا پھٹ گیا - یا اُسکی گیند سے
دریچہ کا ایک شیشہ ٹوٹ گیا - ماں کو جو اُس سے دقت ہوتی ہے اسلئے وہ اُٹھتی ہے
اور جلدی سے اپنے بیچارے بچے کو سزا دیتی ہے - ممکن ہے کہ ایک بچہ لاپرواہ ہو
اور ایسا لاپرواہ کہ سزا کا مستحق ہو - اس حالت میں کسی اتفاقیہ واقعہ پر اسے سزا
نہیں دینی چاہیئے - بلکہ لاپرواہی پر جو اس کا خود اپنا قصور ہے - اور عموماً اس
بے انصافی سے بڑھ کر عمل میں آتی ہے - سب سے بڑھکر عام وجہ
بے انصافی کی سزا دہی کی یہ ہے کہ کسی کام کا اتفاقیہ وقوع کو بچہ کے اصلی قصور میں شامل
کر دیا جاتا ہے جو بچہ سے کام کرنے میں ہوا تھا - ہمارا سب کا میلان یہ ہے کہ
ہم کسی قصور کا اندازہ اسکے نتائج سے کرتے ہیں - ایک بچہ جسکو اجازت دیدی
گئی ہے کہ کرسیوں پر چڑھے اور میز سے چیزیں اُٹھائے - وہ اتفاقاً کسی بیش قیمت
چیز کو گرا دیتا ہے - اب والدہ بچہ کو سخت سزا دیتی ہے - مگر بچہ کا قصور کیا ہے ؟ تمنے
اُسکو یہ تو سکھلایا ہی نہیں کہ اسے کرسیوں اور میز پر نہیں چڑھنا چاہیئے - اس میں
کچھ شک نہیں کہ اس میں کچھ نافرمانی نہ تھی - اور اُس کو مطلق خبر نہ تھی کہ یہ کوئی نا
مناسب کام کر رہا ہے - اگر صرف ایک کتاب گر پڑتی - تو غالباً اسکی کچھ پرواہ نہ کیجاتی -
مگر صرف یہ امر کہ ایک چیز بجائے دوسری چیز کے گر پڑی - قصور کی اصلیت کو نہیں
بدل سکتا - اگر یہ سب سے قیمتی گھڑی ہوتی جو گر پڑتی - اور اس طرح بالکل ٹوٹ
جاتی اور یہ امر اگر سراسر اتفاقیہ ہوتا - تو بچہ کسی سزا کا مستحق نہیں ہے - شاید بعض
لوگ کہینگے کہ ایسے امر پر دلیل دینے کی کچھ ضرورت نہیں جو ایسا صریح اور صاف ہے -

مگر کیا یہ امر صاف اور صریح نہیں ہے کہ ایسی ناانصافانہ کام بہت بکثرت ہوتے ہیں؟ اور کیا ہر ایک والدہ کو خبر نہیں ہے کہ وہ اس بارے میں اچھی طرح محتاط نہیں ہے؟ ایک والدہ کے واسطے اپنے خیالات پر بڑا بھاری ضبط رکھنا ضروری ہے۔ یعنی اسکی طبیعت میں ایسی برقراری اور اطمینان ہونا چاہیے۔ جو آسانی سے متحرک نہ ہو سکے۔ ورنہ یہ ان حادثات پر جنکے باعث اسکے نادان بچے ہونگے۔ اکثر بے انصافی کر بیٹھے گی؟

کیا کوئی یہ استفسار کرتا ہے کہ ایسے موقعہ پر جسکا ذکر پہلے کیا گیا کیا کرنا چاہیے؟

جواب سیدھا سادھا ہے۔ بچوں کو سکھلانا چاہیے کہ وہ ایسا کام نہ کریں جس سے مال اسباب کے خراب ہونے کا خوف ہو اور پھر اگر وہ ایسی حرکت کریں جس سے اُنکو منع کیا ہے تو خواہ نتیجہ اسکا کسی چیز کا نقصان ہوا یا نہیں وہ قصور وار ہیں۔ مذکورہ حالت میں اگر بچے کو اس طور پر تنبیہ کی گئی ہے اور پھر وہ ایسا کرے تو یہ سراسر نافرمانی ہے۔ اور ایک ہوشیار والدہ کسی ایسے طریق کو اختیار کریگی اور بغیر کسی قسم کا غصہ ظاہر کرنے کے یہ اچھی طرح مستقل مزاج ہو کر کہیگی:۔

"برخوردار میں نے اکثر تمکو منع کیا ہے کہ تم میز پر نہ چڑھنا۔ مگر تمنے نہ مانا۔ اور میری نافرمانی کی"۔

بیٹا۔ "مگر اماں جان میرا منشا کچھ نقصان کرنے کا تو نہ تھا"۔

"برخوردار میں مانتی ہوں کہ تمہارا منشا نقصان کرنے کا نہ تھا۔ میں تمکو نقصان کرنے کا خطاوار تو نہیں ٹھہراتی۔ مگر تم نے میری نافرمانی کی ہے۔ نقصان اگر ہوا تو وہ اتفاقیہ امر تھا۔ مگر نافرمانی تو تمنے جان بوجھکر کی۔ اور بڑی بھاری غلطی کی۔ مجکو تمھیں سزا دینے کا بہت افسوس ہے مگر میں تمکو سزا دونگی۔ یہ میرا فرض ہے"۔

پھر یہ اسے سزا دیگی۔ یعنی یا تو اسے ماریگی۔ یا اُسے اسکے شغلے کی کسی بات سے یا اُسکے آرام و آسایش کی کسی چیز سے اسے کچھ عرصے کے واسطے محروم رکھیگی۔ بہرحال سزا نافرمانی کی دیجائیگی۔ نہ کہ اتفاقیہ نقصان کی جو نافرمانی کی بدولت ہوا۔ اب بچہ بجز اسکے

کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ اسکو سزا مناسب و واجب دی گئی ؛

مگر سوال ابھی باقی رہتا ہے اگر یہ فرض کر لیا جاوے کہ بچے کو میز پر چڑھنے یا کمرے میں اِدہر اُدہر گیند پھینکنے سے منع نہیں کیا گیا تو کیا کرنا چاہیے؟ اس صورت میں ظاہر ماں کو کوئی حق حاصل نہیں کہ بچے کو قصوروار ٹھرائے۔ قصور تو یہ ہے کہ بچے کو پہلے سے یہ نہیں سکھلایا گیا کہ یہ حرکت نامناسب ہے۔ اب جو کچھ والدہ کر سکتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ پھر دوبارہ ایسا موقع آنے دے اور پھر آئندہ ایسا کرنے سے بچے کو منع کر دے ؛

اگر بچہ بہت چھوٹا ہے تو والدہ کے واسطے یہ ضروری ہوگا کہ اکثر واقعہ کو دو ایک بار بیان کرتی رہے تاکہ یہ سبق بچے کے ذہن نشین ہو جاوے۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو یہ واقعہ بہت جلد اُسکے دل سے محو ہو جائیگا۔ اور پھر چند روز بعد ممکن ہے کہ دوبارہ یہ سراسر فراموشی کے عالم میں چلا جاوے اور جس کھیل سے اِسے منع کیا گیا ہے اسکو کر بیٹھے ؛

بچے کی نادانی کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔ فرض کرو کہ تمھاری ایک چھوٹی بیٹی کل ۱۸ ماہ کی ہے یہ کسی نئی اخبار کو پھاڑ کر اپنا دل بہلاتی ہے جو تم اُسے دیتے ہو۔ اسکے واسطے یہ ایک بالکل نیا دلچسپ تجربہ ہے۔ کسی دن اتفاقاً تمھاری توجہ کسی خاص کام میں عرصے تک مبذول رہی اور آخر کار تمنے یہ دیکھنے کے واسطے نظر اُٹھائی کہ کیوں یہ استنے عرصے تک چپ چاپ فرش پر بیٹھی رہی ہے۔ مگر تم کیا دیکھتے ہو کہ اسکے ہاتھ میں ایک بیش قیمت کتاب ہے۔ جسکو اس نے قریباً تمام پھاڑ ڈالا ہے۔ اور سب سے پہلے تمھارے دل میں یہ جوش پیدا ہوا کہ اسے سزا دو۔ یا کم از کم اسکو اس نقصان پر سخت تنبیہ کرو۔ مگر کیا دراصل یہ کوئی ایسا کام کرتی رہی ہے جو سزا یا تنبیہ کا مستحق ہے؟ یقیناً نہیں۔ بھلا یہ کس طرح جان سکتی ہے کہ اسکے واسطے ایک کاغذ کو پھاڑنا تو مناسب ہے مگر دوسرے کاغذ کو پھاڑنا اس کا قصور ہے؟ یہ تو بالکل نادان ہے اور نادانی ہی سے ہی یہ حرکت کی ہے۔ اب صرف یہی مناسب ہے کہ ایسی صورت میں بچے کو یہ سکھلانے کی کوشش کیجیے کہ کتاب کو احتیاط سے اُٹھانا چاہیے اور اسے پھاڑنا نہ چاہیے

مگر بغیر اسکو سزا دئیے یہ کسطرح سکھائی جا سکتی ہے! یہ تمھاری طیش آمیز لہجہ سے سکھی جائی سکتی ہے۔ نیز تمھارے چھرے کی غمناک ندامت سے کہ اس نے ایک ایسا کام کیا ہے۔ جسکا تمکو افسوس ہے۔ اس طور پر آسانی سے ایک خبارہ اور ایک کتاب میں جو فرق ہے وہ لڑکی سیکھ سکتی ہے ؞

ایک لڑکا جو کوئی دو برس کا تہا اوسکی یہ عادت تھی کہ پنسل سے کاغذ پر لکیریں کھینچکر اپنا دل بہلاتا۔ ایک دن اسکا والد کمرے میں آیا اور اُس نے دیکھا کہ لڑکے نے ایک نئی کتاب کو بہت ہی خراب کر دیا تھا۔ پنسل کی لکیریں تمام کتاب پر کھینچی ہوئی تھیں لڑکے کو بالکل خبر نہ تھی کہ یہ کیا نقصان کر رہا ہے۔ اسکا والد جس وقت کمرے میں آیا یہ اپنے کام میں برابر مصروف رہا۔ بہت سی حالتوں میں والد اُسوقت طیش میں آکر کتاب لڑکے کے ہاتھ سے چھین لیتا اور اُسکو ایک زور سے تھپڑ مارتا اور میرا خیال ہے کہ اس والد کے دل میں بھی پہلے یہی خیال پیدا ہوگا۔ حالانکہ اسکی طبیعت بڑی برقرار اور سلیم تھی۔ بہر حال اس نے فوراً دیکھ لیا کہ یہ حرکت بہت نامناسب ہے۔ کیونکہ اس نے آہستہ سے بچے کے قریب جا کر نہایت حلیم اور خوشگوار آواز میں کہا:۔

"اوہ! بیٹا بیٹا۔ تم تمام کتاب خراب کر رہے ہو"!

لڑکا سر اُٹھا کر حیرت سے دیکھنے لگا ؞

"بیٹا یہ کتاب ہے اور تمکو اسپر لکیریں نہیں کھینچنی چاہیئے۔ یہ دیکھو ورق الٹ کر) تم اپنے والد کی کتاب خراب کر دوگے۔ یہ دیکھو تمھارے واسطے کاغذ ہے اکو لو اور اسپر لکھو۔ مگر کبھی کتاب پر مت لکھنا"!

باپ نے جیسی یہ خراب ہوگئی تھی اُٹھالی۔ اور بغیر کسی قسم کے اظہار جوش کے اسکو ایک طرف رکھدیا۔ اب ایسی حالت میں ایسا طریق اختیار کرنا صاف ظاہر ہے کہ کیسا مناسب ہے لیکن تاہم کس قدر کم بچے ایسے ہیں۔ جو ایسی حالت میں ناواجب سزا سے بچ جاتے ہیں!

غرض یہ مثالیں اس امر کو جتلا دینے کے واسطے کافی ہیں کہ بچے کی نادانی کا ایسے اتفاقیہ امور میں لحاظ رکھنا کیسا ضروری ہے اور ان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کسطرح اکثر بچے سزا پاتے ہیں حالانکہ انکا کچھ قصور نہیں ہوتا۔ اگر کسی بچہ کو جب خطاوار ہو تب بھی سزا دیجاے اور جب بے خطا ہو تب بھی سزا دیجاے۔ تو اُسکے دل سے راستی اور ناراستی کی تمیز بالکل محو ہو جاتی ہے۔ لہذا خاندانی حکومت کے واسطے یہ بہت ضروری قاعدہ ہے کہ کبھی بچے کو سزا نہ دو جب اُس نے ارادتاً قصور نہیں کیا ہے ؎

کبھی یہ خیال مت کرو کہ تمھارا بچہ اتنی عمر کو نہیں پہنچا کہ تمھاری فرمانبرداری کرے۔ ہم میں یہ تو بڑی سہل بات ہے کہ ہم جھٹ کوئی عذر بنا لیتے ہیں جب ہم اپنے اُس فرض سے غفلت کرتے ہیں جو ہماری اولاد کا ہم پر واجب ہے۔ کبھی تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا بچہ بہت نادان ہے اور کبھی کہہ دیتے ہیں کہ بہت بیمار ہے۔ بعض وقات جب بچہ کوئی کام اپنی خاطر خواہ کر بیٹھتا ہے تو والدین کو کوئی نہ کوئی بہانہ ہاتھ لگی جاتا ہے۔ مگر ہم ایک بچہ کو اوائل عمر میں بھی فرمانبرداری سکھلا سکتے ہیں۔ ہم ایک بلی کے بچے کو یا کُتے کے پلے کو آسانی سے سکھلا سکتے ہیں کہ یہ گوشت کے ٹکڑے پر مُنہ نہ ڈالے۔ جب اُسکو حکم دیا جاے فوراً کمرے سے باہر نکل جاے اور ایسے ہزاروں کام سکھلا سکتے ہیں جنمیں فوراً فرمانبرداری کیجاے۔ حال میں ایک فرانسیسی نے بہت سے ملک کناری کے پرندے تماشہ دکھلانے کے واسطے جمع کئے ہیں اس نے انکو اپنی آواز سے ایسی عجیب فرمانبرداری سکھلائی ہے کہ یہ قطار باندھکر کمرے میں ادہر سے اُدھر جاتے ہیں اور اور بہت سی عیاریاں کرتے ہیں۔ تو کیا اب ہم یہ تسلیم کر سکتے ہیں کہ ایک بچہ جو پندرہ مہینہ یا دو برس کا ہے۔ ایک چڑیا سے فہم میں کمتر ہے؟ اور کیا ایسے لڑکے کے واسطے عذر کر دینا چاہیے کہ ابھی اسکو اتنی سمجھ نہیں کہ اُسے فرمانبرداری سکھلائی جاے؟ ایک نہایت منصف مزاج والدہ جسنے بچوں سے ایک بڑے کنبہ کی پرورش کی ہے اور جو کہ سب عزیز اور مفید کام میں لگے ہوئے

ہیں۔ کہتی ہے کہ اس نے یہ طریق اختیار کیا تھا کہ پہلے سال صرف اپنے بچے کی متابعت کی۔ اور بعد میں ہمیشہ اسنے متابعت کی امید رکھی۔ اس میں شک نہیں کہ اس سے اسکا یہ مطلب نہ تھا کہ جونہی بچہ ایک سال کا ہوا یکایک اسکی تمام حالت بدل گئی بلکہ اسکا مطلب تھا کہ ایام طفولیت کے پہلے مہینوں میں یہ اپنا فرض سمجھتی تھی کہ حتی الوسع اپنے بچے کو خوش وخرم اور آرام سے رکھے۔ یہ کوشش کرتی تھی کہ پہلے ہی سے اسکی تمام ضروریات مہیا ہو جائیں۔ یہ اپنے بچے کی خواہشوں کی فرمانبرداری کرتی۔ مگر جب بچہ ایک سال کا ہو جاتا تو یہ سمجھتی تھی کہ اب یہ اسقدر کافی عمر کو پہنچ گیا ہے کہ یہ ایک نیک تربیت یافتہ خاندان کے مروجہ قواعد پہ چلنے میں جانتا ہوں کہ بہت سے والدین یہ کہینگے کہ بچے پر حکومت شروع کرنے کے واسطے یہ بہت ہی اوایل وقت ہے۔ اور ایسے بھی شاید بکثرت ہونگے جو کہینگے کہ یہ بعد از وقت ہے یعنے اس سے پہلے ابتدا ہونی چاہیے کہ جونہی بچہ اس قابل ہو جائے کہ کسی ممانعت یا حکم کو اشاروں یا نگاہوں سے سمجھ جاے۔ فوراً والدہ کی حکومت اُسکے دل نشین ہونی چاہیے۔ جب کہ بہت سے والدین کا خیال اسکی نسبت ہے کہ یہ بہت ہی اوایل وقت ہے۔ مگر جس والدہ کو اس میں کچھ شک ہے اُسے یہ تجربہ بطور آزمایش کے کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ کیسی آسانی سے یہ اپنے بچے کو سکھلاتی ہے کہ اسکو دستپناہ وغیرہ نہیں چھونا چاہیے۔ یا جب یہ اسکی گود میں میز پر بیٹھا ہو۔ اسکو پیالہ یا چمچہ نہ چھونا چاہیے۔ لہذا بچہ ایسی باتوں سے اپنی زندگی کے زمانے میں متابعت سیکھ سکتا ہے۔ اور کسقدر تکلیف سے وہ والدہ بچ رہے گی جو اسطرح اوایل عمری میں ہی اپنے بچے کو فرمانبرداری سکھلائی گی۔ اور کسقدر رنج وغم سے یہ اپنی اولاد کو بچائیگی۔ اگر یہ اسکو اسکی بچپنی ہی میں پوری فرمانبرداری سکھلائیگی ؏

بہت سختی سے ہی پرہیز دار رہو۔ اگر عمدہ اور مناسب حکومت استقلال کے ساتھ کیجائے تو شاید ہی سختی کی ضرورت پڑے۔ جب کبھی سزا کی ضرورت ہو اور سنجیدگی اور اطمینان سے سزا دیجائے تو سزا کے موقعے بہت کم پیش آئینگے۔ والدہ کو

ہمیشہ اپنی اولاد سے شفقت اور حلم کرنا چاہیے۔ اُسکو چاہیے کہ اپنے بچوں سے اُنکے چھوٹے چھوٹے کھیلوں میں ہمدردی کرے۔ اُسکو چاہیے کہ اُنکو خوش وخرم رکھنے میں کوشش کرے۔ اور اُنکی معتمد بنے۔ اور جب کبھی اُنسے قصور ہو تو اُسکو غضبناک ہونا چاہیے بلکہ رنجیدہ ہونا چاہیے اور اُنکو رنجیدہ ہوکر سزا دینی چاہیے نہ کہ غصہ ہوکر۔ خاندانی حکومت میں خوف ایک بڑا مفید اور ضروری اصول ہے۔ خدا تعالےٰ اپنی مخلوق پر فرمانبرداری کرنے میں سے استعمال کرتا ہے۔ لیکن بلا استثنا سے اسی ذریعہ سے بچے کو قابو میں رکھنا اُسکی مزاج کو برباد کرتا ہے۔ وہ خاندان کیسا ناخوش ہوگا جسمیں ہمیشہ والدہ اپنا ایک بھوں چڑھائے بیٹھی رہتی ہے۔ اور جہاں ہمیشہ اُسکی آواز سختی اور رعب سے بھری ہوئی سنائی دیتی ہے۔ ہم ایسے والدین کو دیکھتے ہیں۔ اُنکے بچے اُنسے خوف کھاتے ہیں۔ یہ بیچارے ہمیشہ اُنکے سامنے بے بس رہتے ہیں۔ اور گھر اُنکے واسطے بجائے امن وامان اور خوشی وخرمی کے مسرت بخش جگہ کے ایک خوفناک قیدخانہ بنجاتا ہے۔ مگر جس خاندان میں کہ والدہ اپنے بچوں سے خندہ پیشانی سے پیش آتی ہے۔ جب بچے اُس سے اظہار الفت کرکے اُسے خوش کرتے ہیں تو یہ اُنکو انعام دیتی ہے۔ اور اُن سے حلیم اور محبت کے لہجہ میں مخاطب ہوتی ہے۔ تو گویا یہ انسان کے دل کے اس ساز کو چھیڑتی ہے جس سے خوشگوار سُر نکلتے ہیں۔ اور یہ والدہ انسانی فطرت کے سب سے بڑھکر شفیق اور شریف اصولوں کو کام میں لاتی ہے۔ اور اسطرح پر یہ دلکو اس قابل بناتی ہے کہ تربیت کا کوئی دیرپا کام اسپر موثر طاقت سے نقش ہوجائے۔ بچے جانتے ہیں کہ یہ انکو سزا دینا پسند نہیں کرتی۔ مگر جب کوشش بالتواتر رہتی ہے اور نافرمانبرداری پیدا ہوتی ہو۔ تو والدہ کو ہرگز نہ چاہیے کہ ایک لحظہ تامل کرے۔ اور اپنے آخری علاج سے دست کشی کرے بلکہ اُسے چاہیے کہ جسقدر ضرورت ہو سخت سزا دے۔ ایسی چند صورتوں سے قریبًا ہر ایک بچہ سیکھ جائیگا کہ نافرمانبردار سے فرمانبردار بنجانا کسقدر بڑھکر عمدہ ہے ✦

اس طور پر حکومت کرنے میں مستقل اور عادل ہونیسے اور ہر ایک بچے کو عالم طفلی ہی میں

تربیت شروع کرنے سے تمام معمولی حالتوں میں بہت سی سختیوں سے احتراز ہو سکتا ہے
کسی والدہ کے واسطے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ اپنے بچوں سے بات چیت کرنے میں سختی۔
ترش روئی یا بد مزاجی کا اظہار کرے۔ اگر یہ صاف صاف سمجھ لیا جائے کہ نافرمانی کی سزا
بغیر ملے نہیں رہ سکتی۔ تو سب سے بڑھکر عمدہ خاندانی حکومت قریباً سراسر شفقت سے ہوتی چاہیئے
میں بجز اسکے اور کچھ نہیں کر سکتا کہ اُن بیچارے ناشاد بچوں پر ترس کروں جو اپنے والدین
سے شفقت اور اُنپر اعتماد کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ جو اپنی والدین کی طیش آمیز
نگاہ اور غصہ ور الفاظ سے ڈرات اور ہر وقت خوف زدہ رہتے ہیں اور جو کہ اسیواسطے
ہمیشہ اس امر کے آرزومند ہوتے ہیں کہ یہ کسیطرح گھر سے خلاصی پاکر نکل جائیں تاکہ
خود خوشی و خرمی کا حظ اٹھائیں گھر کو سب سے بڑھکر خوشگوار اور پسندیدہ جگہہ بنانے
کی ہر طرح سے کوشش کرنی چاہیے۔ چاروں طرف خوشی و خرمی کے سامان مہیا کرنے
چاہئیں۔ اور اس طور پر اپنے بچوں کے دلوں میں امن اور خالص خوشی و خرمی کا
جنس پیدا کرنا چاہیے۔ اس طور پر اس کا دل نہایت عمدگی کے ساتھ بدی سے پاک ہو جائیگا
اور جب اپنے والدین کی دہلیز سے قدم باہر نکالیگا تو یہ آرزو بھری نگاہ سے اسکی خوشیاں
یاد کر کے پیچھے دیکھے گا۔ اور اُن والدین کا شکریہ ادا کرے گا جنھوں نے اس مکان کو
اس قدر خوشی و خرمی کی جگہہ بنا دیا تھا۔ آیندہ عمر میں بھی جب تمہارے بچے خاندانوں
کے بزرگ بنینگے۔ تو یہ بھی اپنے بچوں کے دلوں میں وہی اصول بٹھلائینگے۔ جو انہوں نے
تم سے سیکھے ہیں۔ اور اسطرح تمہاری تعلیم و تربیت کا اثر ان ہزاروں تک پہنچ جائیگا
جو ابھی دنیا میں بھی نہیں آئے ہیں ؛

کسقدر ہم اُن عظیم ذمہ واریوں کا بہت ہی کم خیال کرتے ہیں جو ہمارے سپرد ہیں
اور اس وسیع اثر سے جو نیکی۔ یا بدی دونوں کے واسطے ہمارے اختیار
میں ہے اور جسے ہم عمل میں لا رہے ہیں کسقدر کم خبردار ہیں! ہم ایک سلسلہ
وجوہات کا قایم کرتے ہیں جو تمام آیندہ وقت میں جاری رہیگا۔ ہم قدم کو سدھار جائینگے
مگر مدت تک ہمارے الفاظ اور ہمارے افعال چال ودھلن کے وضع ہونے میں مدد دیتے رہینگے

لہذا ہم اُن وجوہات کو روک نہیں سکتے جو ہماری زندگی کی بدولت ترقی پذیر ہیں۔اور پھر یہ اس فانی انسان کو یا تو نیکی اور بہشت کی طرف لیجا رہے ہونگے یا اسکو نفسانیت گناہ۔اور غم والم کے حوالے کر رہے ہونگے!۔

باب چہارم

والدہ کی مشکلات

باب ماسبق میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ایسا صاف اور ظاہر ہے کہ جیسا ہر شخص بے اختیار استفسار کرے گا کہ پھر کیوں خاندانی حکومت عموماً ایسی ناقص ہے؟ کیوں بہت ہی کم لوگ اپنی اولاد کو اپنا فرمانبردار بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں؟ ان امور کے بہت سے وجوہات ہیں بیشک یہ نتائج ہیں ممکن ہے کہ تربیت کے قواعد صاف اور سیدھے سادے ہوں۔ ہم بہت سے اغراض کا ایسا اشتراک ہو جائے کہ اپنے اولاد کو مجبور کر دیں والدین جھک جائیں۔

ا۔ ایک بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ والدین میں خود ضبطی کی ضرورت ہے۔دنیا میں کسقدر کم لوگ ہیں جنھوں نے اپنے مزاج پر فتح حاصل کی ہے۔جو انکو اس قابل بناتی ہے کہ زندگی کے مختلف تغیرات اور تبدیلات کا استقلال اور دلجمعی سے مقابلہ کریں! کسقدر کم لوگ دنیا میں ہیں۔جو کبھی اپنے آپ سے باہر نہیں ہو جاتے اور طیش آمیز اور پرجوش خیالات کا اظہار نہیں کرتے! اور کیا کوئی والدہ اپنے بچے پر حکومت کرنے کی امید کرسکتی ہے جب وہ خود اپنے آپ پر حکومت نہیں کرسکتی؟ خاندانی حکومت

بہت شد و مد سے گھر سے ہی شروع ہونی چاہیے۔ یعنی اسکی ابتدا مروالدہ کے سینے
سے ہونی چاہیے۔ اسکو اپنے آپ کو ضبط کرنا اور اپنے جذبات پر غالب آنا سیکھنا چاہیے
اسکو اپنے بچوں کے سامنے حلیم اور صلاحیت کی ایک مثال پیش کرنا چاہیے ورنہ
اسکو ہر طرح امید رکھنی چاہیے کہ اسکی تمام کوششیں بچوں کے جذبات پر غلبہ پانے
کی اکارت جائینگی۔ ایک بچہ کو غصہ آجاتا ہے اور وہ اپنی بہن کو مار بیٹھتا ہے۔ اور
ماں کو غصہ آتا ہے اور یہ اپنے بیٹے کو مارتی ہے۔ اب دونوں والدہ اور بیٹا بالکل
ایک ہی غلطی کے قصور وار ہیں۔ ان دونوں کو غصہ آیا اور غصے میں دونوں
نے ایک اور کو مارا۔ اور اب اس غلط سزا کا اثر کیا ہوگا؟ یہ ممکن ہے کہ بچہ اس طرح
ڈر جائے اور دوبارہ اپنی بہن کو نہ مارے۔ مگر کیا بچہ اس سے یہ سیکھ جائیگا
کہ اس نے قصور کیا ہے یعنی غصہ ہونا شرارت ہے؟ کیا اس کا کوئی اچھا اثر اسکے
دل پر پڑیگا؟ یہ دیکھتا ہے کہ اسکی والدہ کو غصہ آیا۔ اور اس طرح یہ سیکھ گیا کہ غصہ
ہونا اسے مناسب ہے۔ یہ دیکھتا ہے کہ جب اسکی والدہ کو غصہ آیا تو اس نے مارا۔ اور
اس طرح یہ سیکھ جاتا ہے کہ یہی امر اسکے واسطے بھی مناسب ہے۔ سزا کا اثر براہ راست
یہ ہے کہ جذبہ کے شعلہ کو اسکی خوراک ملجاتی ہے اور اسکے تشدد کو تقویت حاصل ہو۔
ایسے طریق میں جیسا کہ یہ ہے نہ تو اخلاقی تعلیم ہے اور نہ کوئی نیک تربیت۔ اور
ایک والدہ جس نے اپنے نفس کو فتح نہیں کیا ہے۔ جو اپنے جذبات کی نفی کر ہی
نہیں سکتی۔ اکثر اس طرح سزا دیگی۔ جب ایک ایسی والدہ کے بچے پر جوش اور تکلیف
دہ ہوجاتے ہیں تو بس ہمکو کوئی اور سوال نہ پوچھنا چاہیے کہ کیوں یہ حلیم اور فرمانبردار نہیں ہیں
اور جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ کسقدر شاذ و نادر کوئی شخص ہمکو ایسا نظر آتا ہے جو اکثر غصہ
اور طیش میں آکر ناروا کام نہ کرتا ہو تو ہمکو اس بات پر شاید تعجب
نہیں ہوسکتا کہ کسقدر کنبوں میں بدنظمی اور حکم عدولی ہے۔

خود ضبطی تمام اوقات میں اور تمام حالتوں میں نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ اس سے
بہت سی مشکلات حل ہوجاتی ہیں۔ بہت سے والدین بچپن سے اپنے کو قابو میں رکھنے کے

عادی نہیں ہیں۔ اور اسی وجہ سے انکو اُن خیالات کو زیر کرنے کے واسطے بہت سخت جد و جہد کی ضرورت ہوگی جو بعض اوقات قریباً خود بخود پیدا ہو جائینگے۔ مگر ہمکو یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا کرنا ضروری ہے ورنہ ہم اپنے بچوں سے خیرخواہی نہیں کر سکتے ہمکو خود اپنے خیالات اور اپنے افعال کو سخت تربیت کے زیر عمل رکھنا چاہیے۔ ورنہ ہمارے واسطے یہ امید رکھنا بالکل فضول ہوگا کہ ہم اُنکے جذبات زیر کریں اور اُنکے چلن کو سُدھاریں جو ہمسے تربیت اور تمثیل کی امید رکھتے ہیں۔ بہت سی صورتیں ایسی پیش آئینگی جنمیں والدہ کے صبر کی بہت ہی سخت آزمایش ہوگی۔ جبتک کہ والدہ کو قدرتاً خاص طور پر طمانیت مزاج حاصل نہو۔ یا ابتدا سے خودضبطی کی عادت نہو۔ اسکو معلوم ہوگا کہ بہت کچھ خاص اپنے دل کے بارے میں کرنا ہے۔ ہم اس بحث پر نہایت شد و مد سے زور دینگے۔ کیونکہ یہ نہایت ہی ضروری ہے۔ غصہ ایک عارضی دیوانگی ہے۔ اور اس سے بڑھکر قابل افسوس اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک والدہ کو اپنی آتش غضب میں مجنون ہوکر اپنے بچے سے بدلا لینے دیکھا جائے۔ والدہ کو چاہیے کہ جب کبھی اس کی اولاد سے غلطی ہو تو یہ رنجیدہ ہو اور اپنے رنج کو ظاہر کرے اُسکو چاہیے کہ جس تنبیہ کی اس صورت میں ضرورت ہو اُسے نہایت دلجمعی اور بیقراری سے کام میں لائے۔ مگر اسکو ہرگز نہ چاہیے کہ غیظ منتقمانہ خیالات کا اظہار کرے۔ یا زبان سے طیش آمیز کلمات نکالے۔ اگر اسکا اپنا دل امن طبعی برقرار اور بے جوش رہیگا تو یہ اپنی تمثیل اور نصیحت دونوں سے بچے کو تربیت کریگی گو یہ نہایت آسانی سے اپنا فرض جان لیگی اور اُسکو نہایت معقول اور منصفانہ طور پر پورا کریگی۔ اور اسکے اپنے چلن کی برتری سے بچے کے دل میں اسکی وقعت و تعریف کو جگہ ملیگی۔ اور جبتک ایسا نہ کیا جائے۔ والدہ کے واسطے یہہ ناممکن ہوگا۔ کہ تربیت کے قواعد پر بچے سے عملدرامد کرائے۔ خواہ وہ کیسی ہی بہ سیدہے سادے ہوں۔

۳۔ ایک اور رکاوٹ پرورش اطفال کی راہ میں استقلال کا نہونا ہے۔ والدہ کے واسطے یہ ہمیشہ رنج دہ ہے کہ بچے کو اسکی کسی دل بہلانی والی چیز سے محروم کرے یا

اسکو تکلیف پہنچائے اور یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس فرض سے سبکدوش کر نہیں عذر اور بہانے کرنے کے عادی ہیں۔ تمہارے بچے نے قصور کیا اور تم جانتے ہو کہ اُسے سزا دینی چاہیے۔ مگر تم اس سزا دینے سے جھجکتے ہو۔ اب تربیت کے قواعد سے واقف ہونا کس کام کا ہے اگر ہم میں انپر عملدرآمد کرنے کا استقلال نہیں ہے؟ تعلیم کے مضمون پر ایک دو کتابیں پڑھ لینے سے کچھ فایدہ نہیں جبتک ہماری مرضی بہو کہ دلجمعی اور دلی ارادہ سے ہم اپنے بچوں کو جب کبھی موقع ہو سزا دیں اور یہی کمزوری اور یہی غمناک فرض کے ادا کرنے سے شرمانا انکا ہے۔ جس سے ہزاروں خاندان تباہ و برباد ہو گئے ہیں ؛

بعض اوقات والدہ علانیہ طور پر اپنے شوہر سے شکایت کریگی کہ اس نے اپنے ضدی بچے کو کیوں سزا دے۔ یہ اسکو بیرحم اور سنگدل کہیگی۔ اور اپنی شریرانہ ہمدردی اور پیار سے اپنے بچے کو اسکی خود رائی میں ثابت قدم بنائیگی۔ اب ایسے طریق سے کس بات کی امید ہو سکتی ہے؟ ایسی والدہ اپنے بیٹے کے سب سے بڑھکر بیرحم اور سنگدل دشمن ہے۔ اس سے بڑھکر تم اپنے بچہ کے واسطے اور کوئی تباہ کنندہ کام نہیں کر سکتے۔ تم اسکے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے کہ تمہارے بچے کو یہ سکھاؤ کہ تم سے نفرت کرے اور تمکو حقارت کی نگاہ سے دیکھے۔ اور شاید ہی بمشکل تم اپنے واسطے قبر تک غم و الم اور بے عزتی مہیا کرنے کے واسطے کچھ اور کر سکتے ہو۔ بہ نسبت کہ اپنے سادہ لوحانہ خیالات کو ایسا کمزور بنالو کہ جنکے باعث کہ تم تربیت کے دردناک مگر ضروری فرض سے غافل رہو ؛

میں اُس والدہ سے پوچھتا ہوں جو یہ کتاب پڑھتی ہے کہ آیا کبھی اسکو اس جنگ کی خبر ہوئی ہے جو فرض کے مادے اور میلان طبیعت میں ہوتی ہے؟ فرض نے تمسے کہا ہے کہ اپنے بچے کو سزا دو۔ مگر میلان طبیعت نے کہا ہے کہ اسکی نافرمانی سے چشم پوشی کرو۔ اب میلان طبیعت غالب آیا۔ تمہارا بچہ فتحمند چلا گیا۔ اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ اپنے گناہ میں ثابت قدم ہو گیا۔ بس یقین جانو کہ اس طرح خود تمہارے دل میں تمہاری کامیابی

کے واسطے ایک روک ہے اور جبتک تم اس روک کو دور نہ کرلو جو کوشش تم
اسکے علاوہ کروگے سب بیکار اور بے سود جائیگی یہ کام کچھ مشکل نہیں ہے کہ ہم
اس کتاب کو ان تمثیلوں سے جو ایسی حالتوں کی ہوں اور نیز ان خوفناک نتائج
سے بھر دیں جو انسے پیدا ہوتے ہیں ؛

چند سال ہوے کہ ایک عورت بیوہ ہوگئی - اسکے چند چھوٹے چھوٹے بچے تھے یہ اپنے دل و
جان سے فدا تھی - اپنے خاوند کی وفات کا بڑا رنج اور صدمہ اسے ہوا تھا اس سبب سے وہ اور
بھی حد درجہ کا اپنے بچوں کو پیار کرنے لگی - اور انہیں بچوں پر اسکی امید منحصر تھی -
جیسے کہ یہ غمناک اور ناشاد تھی - اسکو کب گوارا تھا کہ ان بچوں کو سزا دیتے یا انکو
انکی کسی ایک خوشی کے اسباب سے محروم کردے - آہ ناشاد اور گمراہ عورت کیا امید
کرسکتی تھی کہ ایسے طریق کے نتائج سے بچ رہیگی ؟ اسکو یہ بجز امید تھی کہ اسکے پیار کے
باعث اسکی اولاد اس سے محبت کریگی - اور اب ایک لڑکا انہیں سے ۱۷ برس کا
جوان ہے - بڑا قوی الجثہ - تکلیف دہ - اور خودرائے - یہ سراسر مادری تنبیہ سے
آزاد ہے - اپنے کنبے کا یہ ننگ ہے - اور اسکی غمزدہ والدہ اس بار الم سے قریباً دل
شکستہ ہے - باقی لڑکے بھی اس راہ پر آرہے ہیں - یہ اس مصیبت کو جسکا دور کرنا بعد
از وقت ہے دیکھتی ہے اور کانپ اٹھتی ہے - اسکے واسطے بہت ہی مسرت بخش ہوتا
اگر یہ بیوہ بے اولادہی رہجاتی - اسکے بچے اسکے واسطے ظالم ہیں - اور یہ انکی غلام
ہے - اب اُسکے واسطے پیچھے پھرنا یا اس ضرر کی تلافی کرنا ناممکن ہے جو اُسنے اپنے
آپکو اور اپنے بچوں کو پہنچایا ہے - شاید مشکل اس سے بڑھکر کوئی حالت زیادہ قابل
ترس ہوسکتی ہے اور اس رنج و غم کی کیا وجہ ہے ؟ صرف یہ کہ والدہ نے اپنے فرض
سے جان بوجھکر غفلت کی - یہ اپنے غریب یتیم بچوں کو ایک بیوہ والدہ کی تمام محبت
اور الفت سے دیکھتی رہی اور یہ گوارا نکرسکی کہ انکو ضروری تنبیہ کرے یا اپنے احکام کی متابعت پر انکو مجبور کرسکے - یہ
اچھی طرح جانتی تھی کہ جب یہ نافرمانی کرتے تھے تو اسکو چاہئیے تھا کہ انکو سزا دیتی اور یہ کہ اسکا فرض تھا کہ اولاد کو محکوم مجبور کرتی
یہ اُسکی نادانی نہ تھی - جسکے باعث یہ نامرادی اور بدبختی اسپر پڑی - یہ استقلال کی عدم موجودگی -

اور وہ احمقانہ بیرحم اور سنگدل پیار تھا جس نے اسکو خود اپنے خیالات سے مشورہ لینے کی ترغیب دی جائے۔ اسکے کہ اپنی اولاد کی دائمی بہبودی اور فلاح کا خیال کرتی ؛

شاید ناظرین استفسار کرینگے کہ آیا جو بیان کیا ہے سچے واقعہ کا ہے۔ بیشک یہ ان ہزاروں واقعات میں سے ہے جو دنیا کے پردے پر ہر جگہ پیش آتے ہیں ہم والدہ کے خود مشاہدے سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا کبھی اس نے اپنے ارد گرد اس طرح دنیاوی امیدوں پر پانی پھرتے دیکھا ہے۔ کیا ہمکو کافی فرصت نہیں ملتی کہ ہم ایسی مصیبت سے بچیں ؟ اور تاہم جو لوگ دنیا میں مشاہدے کی آنکھ کھولکر پھرتے ہیں انکی چشم دید بات ہے کہ یہ طور ہی بے استقلالی خانہ داری رنج و الم کا سب سے بڑا باعث ہے +

ہم میں چال چلن کی قوت ہونی چاہیے۔ ورنہ تنبیہ کے کام ایسے بیکار اور بے سود ہونگے کہ وہ فائدے سے بڑھکر نقصان کرینگے۔ طبیعت بھڑک اٹھیگی۔ مگر مغلوب نہ ہوگی۔ سزا ایک تھوڑی سی تکلیف پہنچائیگی اور اسکا اثر ہر طرح بالکل مضر ہوگا۔ لیکن یہ حد درجہ ضروری ہے کہ جب سزا دیجائے تو بہوش اور سخت ہو اور یقینی ہے کہ وہ والدہ جو مستعدی سے پر استقلال طریقہ کام میں لاتی ہے۔ بہ نسبت اس والدہ کے جو کمزور اور بودی طریق کام میں لاتی ہے جنکو کہ ہم روزمرہ دیکھتے ہیں۔ اپنے آپ اور اپنے بچوں کو بہت کم تکلیف پہنچائیگی۔ اور کم رنج و الم مجموعی طور پر اپنی اولاد کو دیگی۔ انمیں سے آخر الذکر تو ہمیشہ اپنی اولاد کو خوف دلاتی رہیگی اور وہ نصیحتیں اسکو دیگی جو اولاد کی طبیعت کو بگاڑ دینے اور اسکا مزاج خراب کر دینے کے واسطے کافی ہوگی۔ حالانکہ اول الذکر کی زبان سے جو حکم نکلیگا فوراً اسکی متابعت مستعدی سے ہوگی اور بہت کم اسکو سزا دینے کی ضرورت پیش آئیگی۔ اصلی کشادہ دلی سے پر استقلال طریق اختیار کرنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ وہ والدہ جو پہلے تو ناراض ہوتی ہے۔ پھر اپنی اولاد کو ڈراتی ہے۔ پھر سزا دینے کا خوف دلاتی ہے۔ اور پھر کچھ تھوڑی سی سزا دیتی ہے۔ وہ صرف اپنے واسطے تکلیف اور اپنے کنبے کے واسطے غم و الم کا سامان جمع کرتی ہے۔ لیکن اگر اسکے برعکس یہ فوراً مستعدی سے نافرمانی کا

مقابلہ کرے - اور فی الفور مناسب اور ضروری سزا دے - تو یہ نہایت موثر طریق سے خود اپنی خوشی کو اور اپنی اولاد کی فلاح اور بہبود کو ترقی دیگی ؛

اگر بچہ نحیف الجثہ اور ایک طرح کا دائم المرض ہے تو والدہ اسطور پر اکثر ایسے مہلک اسباب مہیا کر لیتی ہے - اور ایسے بچے عموماً خراب ہوجاتے ہیں کیسا تعجب ہے کہ جب خداوند تعالیٰ اپنے پُر اسرار قدرت سے اپنا ہاتھ کسی بچہ پر رکھتا ہے تو اسکو کمزور اور مصیبت ناک بنا دیتا ہے تاکہ والدہ اسی وجہ سے اپنے بچے کی بہبودی سے غافل رہکر اور اسکے جذبات کو بلا روک ٹوک بڑھنے دے اور اسکو شوخ بیباک اور ضدی بنادے شاید والدہ اپنے زندہ قوی الجثہ بیٹے کا فرض ادا کرنے پر راضی ہوگی اور جہانتک اس سے ہوسکیگا اسکے جذبات کو قابو میں رکھیگی اور اسکو ایک بات نشاد ماں بیٹا بنا دیگی - مگر بیچارے چھوٹے مصیبتناک کمزور بیٹے کی تمام ضدیں یہ پوری کرے گی - حتےٰ کہ اسکا جذبہ الیسا زبردست ہوجاتا ہے - جو مغلوب نہیں ہوسکتا - اور اس طرح دل کے گہرے غم جیسا کی کمزوری اور مصیبت پر یہ جذبات اور زیادہ ہوجاتے ہیں - آہ دنیا میں کسقدر بیرحمی ہے جو پیار یا محبت کے نام سے کیجاتی ہے ! اے بچے کی ماؤں ! اگر تمہارا بچہ کمزور اور دایم المرض ہے ؟ تو یاد رکھو کہ تم اس بچے کی بطور نگاہبان فرشتہ کے ہو - اگر علم اور استقلال سے تم اپنی حکومت کا اسے محکوم بنانے پر مجبور ہو - اگر اس بچے کو فرمانبرداری کا عادی اور مستعد بنانے کی ضرورت ہو تو اسے سزا دو - اگر تم یہ نہیں کرسکتیں تو تم اپنے بچے کی سب سے بڑھکر جانی دشمن ہو - تم وہ کام کررہی ہو جو فی الحقیقت اسے دائمی کمزور بنا رہا ہے اور اسکی مصیبت کو بڑھا رہی ہے اور تاہم میں جانتا ہوں کہ پھر بھی بعض مائیں کہینگی ؛-

کیا ایک بیچارے چھوٹے سے بچے پر حکومت جتلائی جائے اور اسے سزا دیجائے جب وہ بیمار ہے ؟ کیسی سنگدلی ہے ؟

بس یہی تو ساری مشکل ہے - تم نامہربان بنو - مگر جہانتک حتی الوسع ہوسکے اپنے بچے کو صابر اور خوش بناؤ ؛

اب فرض کرو کہ ایک چھوٹی سی لڑکی کا ہاتھ خود اُسکے ہاتھ سے زخمی ہوگیا - اب اسکی والدہ ایسی اسپر پیاری ہے کہ یہ کسی ڈاکٹر کو اس خوف سے نہ بلائی گی - کہ مبادا

زخم کی مرہم پٹی کرنے میں اسکی لڑکی کو مزہ پہنچے۔ دن بدن یہ بیماری والدہ زخم کو بڑھتے اور ورم کرتے دیکھتی ہے۔ یہ اپنی نادانی سے زخم کی تکلیف کو کم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جس کہ کئی دن بعد جب سخت تکلیف ہونے لگتی ہے۔ تو ڈاکٹر بلایا جاتا ہے کہ اس عضو کو کاٹکر اسکی بیٹی کی جان بچائے۔ جب پہلے پہل یہ حادثہ ہوا تھا۔ تو چند لمحے کی توجہ اور تھوڑی سی درد سے یہ تمام خوفناک نتائج رفع ہوسکتے تھے مگر اون والدہ اس سے بھی بہت بڑھکر بیرحم ہے۔ جو ملکے ورم کو بلا روک بڑھنے دیگی جو بجائے اسکے کہ ضدی راستے اور آتش غضب کو نیست و نابود کرنے کے واسطے ایک لمحہ کی تھوڑی سی تکلیف اپنی اولاد کو دے۔ اسکی اخلاقی۔ بدنظمی کو یہانتک بڑھنے دیگی کہ وہ اسقدر زبردست ہوجاے کہ لاعلاج بنجاے۔ جو نتائج اسطرح پیدا ہوتے ہیں وہ بہت ہی مصیبت ناک ہیں۔ یہ انسان کی غیر فانی فطرت پر اثر کرتے ہیں اور ابد تک اسیطرح چلے جاتے ہیں۔ اور اس سے بڑھکر تباہ اور برباد کنندہ کوئی بیرحمی نہیں ہے۔

تاہم یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ اسطرح ہم سختی کی ہدایت کر رہے ہیں بلکہ سختی غیر ضروری ہے اور ہمیشہ اس سے احتراز لازم ہے۔ آواز کا لب و لہجہ ہمیشہ شفیق اور تسلی دہ ہونا چاہیے۔ والدہ کو اپنے بچے کی مشکلات اور مصایب مین اسکی دل و جان سے ہمدردی کرنی چاہیے۔ اسکو چاہیے کہ انکے دل بہلانے کے واسطے نئے نئے کھیل انکو بتلائے۔ مگر اسکو اپنے اس بیش بہا خزانے کو نافرمانی یا ضد کے ہاتھوں خراب نہ ہونے دینا چاہیے۔

ممکن نہین کہ تمہارا بچہ خوش ہو جبتک کہ اسکو اپنے جذبات کا مغلوب کرنا اور تمھاری مرضی کی فرمانبرداری کرنا نہ سکھلایا جاے۔ اسطرح ہمیشہ تمہارے خاندان میں شفقت۔ حلم۔ اور محبت اپنی خوشی و خرمی منتشر کرتی رہیگی لیکن اگر تم اپنے بچوں کو خوش و خرم دیکھنا چاہتے ہو اور نیز خود شادمان ہونا چاہتے ہو۔ تو تمکو چاہیے کہ خواہ تمہارا بچہ بیمار ہو یا تندرست۔ اس قدر استقلال رکھو کہ اسکے

چال چلن کو مناسب اور عمدہ بناؤ۔ اور اپنے احکام کی اس سے فرمانبرداری کراؤ۔ لہذا ہمیشہ اپنا فرض پورا کرنے میں مستقل رہو ہرگز اپنی اولاد پر اس وجہ سے حکم کرنے میں کوتاہی نہ کرو کہ یہ امر اونکے خیالات کو صدمہ دہ ہے

اس میں شک نہیں کہ نہایت دانائی سے خداوند تعالےٰ کی حکمت ہے کہ والدہ کے دلکو اپنے بچے کو تکلیف پہنچانے سے صدمہ ہو۔ جو کوئی بغیر ہمدردی۔ اور بغیر غم والم کے اپنے بچوں کو سزا دے سکتا ہے۔ وہ سزا کبھی نیک نتیجہ پر مبنی نہیں ہوتی۔ خدا بھی تو خواہ مخواہ اپنی مخلوق کو سزا دینا گوارا نہیں کرتا۔ مگر کیا وہ اسی سبب سے اپنی تربیت کو ہم سے باز رکھتا ہے۔ اور ہم کو گناہ کے سزا کے بغیر چھوڑ دیتا ہے؟ ہمکو چاہئے کہ نہایت صدق دل سے دعا مانگیں۔ خدا سے دانائی اور قوت کے خواستگار ہوں۔ اور مذہبی طور پر اپنا فرض ادا کریں۔ ہمکو چاہئے۔ کہ غم و غصہ کہائیں۔ خون جگر پئیں۔ اور اس طرح اپنی اولاد کو اُن جذبات کے حملوں سے بچا سکیں۔ جو اگر روکے نہ جائیں۔ تو انکی سودمندی اور امن و آسایش کو نیست و نابود کردینگے۔

تہوڑا عرصہ ہوا کہ ایک بچے کو ایک نہایت خوفناک مرض لاحق ہوا۔ یہ بچہ اپنے والدین کا نہایت چہیتا تہا اور عموماً فرمانبردار تہا۔ مگر اس بےچینی اور روگ کی حالت میں اس نے اس دوا کے کہانے سے انکار کیا جسکا بلا توقف دینا ضروری تہا۔ والد نے جب دیکھا۔ کہ اسکا بیٹا اپنی ضد پر مستقل ہے۔ تو اسنے فوراً اس بیمار اور مصیبت زدہ بیٹے کو سزا دی۔ ایسی حالت میں اور اس خوف پر کہ مبادا لڑکا مرجائے۔ والد کے واسطے یہ بہت سخت آزمایش تھی۔ مگر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بچہ سیکھ گیا کہ بیماری نافرمانی کے واسطے کوئی عذر نہیں۔ اور جب تک یہ بیمار رہا جو دوا نسخہ میں لکھی گئی اس نے نہایت مستعدی سے پی۔ اور نہایت فرمانبردار اور صابر رہا۔ چنانچہ بہت جلد لڑکے کو آرام ہوگیا۔ کیا کوئی کہتا ہے کہ یہ بیرحمی تھی؟ یہ سب سے بڑھکر محبت کا شریفانہ کام تہا۔ جو ہوسکتا تھا۔ اگر والد اسوقت اپنے فرض کے ادا کرنے سے ہچکچاتا۔ تو اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ بچے کی زندگی سے ہاتھ دہو بیٹھتا۔ اور یہی طریقہ ہے کہ ہر حالت میں استقلال کی قوت کو کام میں لانے سے استقلال

کی قوت حاصل کیجائے۔ ہمکو ہمیشہ مستعدی سے اور بلا تامل اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے خواہ یہ کیسا ہی دردناک اور رنج دہ ہو ؎

۴۔ ایک شادمان اور نیک کنبہ کو تربیت کرنے میں ایک اور بڑی رکاوٹ والدین میں مساوات تعلیم کی عدم موجودگی ہے۔ بعض اوقات جب ایک والد اپنا فرض اداکرنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ تو ماں ایسی کمزور طبیعت کی اور بیوقوف ہوتی ہے جو خیال کرتی ہے کہ بچے کو ہر طرح کی سزا دینا اور اسکی شادمانی سے محروم رکھنا بیرحمی ہے۔ اور جب بچے کو کبھی سزا ملتی ہے تو یہ اپنے پیار سے تربیت کو محو کردیتی ہے۔ اور بچے کے دل پر یہ نقش کرتی ہے کہ اسکا باپ بیرحم اور غیر منصف ہے۔ وہ شخص جسکو ایسی زوجہ ملے۔ اس میں شک نہیں کہ نہایت قابل رحم حالت میں ہے۔ اور اگر اسکی عورت اس قابل نہیں کہ جسکو ایسی طریق تباہ کنندہ نتائج کا یقین دلایا جاسکے۔ تو اسکو چاہئے کہ تمام کنبہ کی تربیت خود اپنے ذمہ لے۔ مگر چونکہ میں اسوقت والد کو مخاطب نہیں کررہا ہوں لہذا میں والدہ ہی سے سروکار رکھتا ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک منصف مزاج اور وفادار عورت کو شوہر ایسا ملتا ہے جسکے اصول اور اطوار اسکی خواہش کے مطابق نہیں ہوتی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ ایک نہایت آزمائشی حالت ہے۔ مگر یہ سراسر مایوسانہ نہیں تم کو ناامید ہوکر دل نہیں چھوڑنا چاہئے۔ بلکہ جسقدر مصائب ہوں اسی قدر تمہاری خبرداری اور احتیاط زیادہ ہونی چاہئے۔ اور تمہاری کوششیں زیادہ زبردست اور مستحکم ہونی چاہئیں۔ اگر عورت منصف مزاج اور اپنی کوششوں میں مستقل ہے۔ تو والد اپنے خاندان کے انتظام و اہتمام پر اعتماد کریگا۔ اور نہایت خوشی سے اس امر پر راضی ہوجائیگا کہ عورت تمام بچوں کی خبرداری اور نگاہ داشت اپنے ذمہ لے لے۔ ایسا والد عموماً بہت عرصہ کے واسطے گھر سے غیر حاضر رہتا ہے۔ اور جب گھر میں ہوتا ہے۔ تو اپنے کنبے کی صحبت کا لطف اٹھانے کیطرف مائل نہیں ہوتا۔ ایسی والدہ کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو چپ چاپ اور خاموش بیٹھنا سکھلائے جب والد گھر میں ہو۔ اسکو چاہئے کہ انکو محنت مشقت کا عادی بنائے۔ اور جہانتک ہوسکے اسے حتے الوسع کوشش کرنی چاہئے

کہ بچوں کو انکے والد کا ادب اور فرمانبرداری کرنا اور اسکو محبت کرنا سکھلائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ طریقہ سب سے بڑھکر ناشاد والد کو راہ راست پر لانے کے واسطے عمدہ ہے۔ تم اسکے واسطے جسقدر گھر کو مسرت بناؤ گے۔ اسی قدر زبردست اوسکو تر غیب ہوگی۔ کہ اُن باتوں سے باز آئے جنہیں اسے پڑنا نہیں چاہیے ❖

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس حالت سے بڑھکر اور کوئی مشکل نہیں جسکو ہم بیان کر رہے ہیں۔ مگر یہ بھی اکثر ثابت ہوگیا ہے کہ یہ مشکلات ایسی ہیں کہ جو رفع نہ ہو سکیں۔ بہت سی صورتیں ایسی پیش آتی ہیں جنمیں والدہ نہایت فتحمندی سے سب مشکلات پر غالب آتی ہے۔ اور ایک کنبے کو پرورش کرکے نیک بخت اور نیکوکار بنا دیتی ہے اسکا شوہر ایک شرابی ہے اور مجھہ کو کچھ ضرورت نہیں کہ اُن مشکلات کو یہاں بیان کروں جنسے ایک والدہ کو گذرنا ہوتا ہے۔ بہر حال یہ دیکھتی ہی کہ خاندان کی بہبودی اسپر منحصر ہے۔ اور اسکے مطابق اپنی ذمہ واریوں کو پورا کرنے کے واسطے اپنے دل کو مضبوط کر لیتی ہے۔ یہ اسے اپنی اولاد کو بچپن ہی سے بلا تامل متابعت کرنا سکھلاتی ہے۔ یہ اپنے بچوں کو اُن تعلقات سے اپنے ساتھ مسلسل کرتی ہے جنکو نہ تو یہ کبھی قطع کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں اور نہ فسخ کرنے کے خواہاں ہی بن سکتے ہیں پچنانچہ اسکی کوششوں کا انعام یہ ملتا ہے۔ کہ اسکو سب سے بڑھکر کامیابی ہوتی ہے۔ جسقدر اسکے بچے بڑے ہوتے ہیں۔ اسیقدر یہ اسکا زیادہ ادب اور لحاظ کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ دن بدن باسانی دیکھتے ہیں کہ انکی والدہ کا احسان انکی گردن پر ہے جسنے انکو انکے والد کی بے حرمتی اور رنج و غم سے بچایا۔ ایسی والدہ کا ہر ایک غم اسکی اولاد کی ہمدردی اور محبت سے مبدل ہوجاتا ہے۔ یہ اپنے اردگرد انکو اس مادرانہ طمانیت کی نگاہ سے دیکھتی ہے جسکے بیان کی کسی زبان میں طاقت نہیں۔ اسکے بچے اسکی چال چلن کی عظمت اور قدر جانتے ہیں۔ گو اپنی تمام زندگی میں یہ منکر رہے اور گو اسکا دل علم کے خزانے سے مالامال نہ ہو۔ تاہم اسکے بچے اسکے اخلاقی مرتبہ اور منصفانہ حکومت کی تقدیس اور عزت کرتے ہیں ❖

اسی طرح کے ایک کنبے میں موسم سرما میں ایک رات سردی پڑرہی

تھی۔ اور والدہ کوئی نو اور دس بجے کے درمیان تنہا آگ کے سامنے بیٹھی تھی۔ اور اپنے خاوند کی آمد کی منتظر تھی۔ اسکے بیٹے دن بھر کے تھکے ماندے سب پڑے سو رہے تھے۔ کوئی دس بجے سے کچھ پہلے اسکا شوہر پڑوس کی چوپال سے واپس آیا جہاں یہ اپنی بدکار اور رذیل یار آشناؤں میں شام سے بیٹھا تھا۔ اسنے اپنی عورت سے اصرار کیا کہ ایسے بیوقت لڑکوں کو جگاکر ایک لکڑیوں کا گٹھا لینے کو بھیجے۔ گو گھر میں ایندھن کافی تھا۔ مگر شوہر نے ایک بات نہ مانی اور برابر زمین پر پیر مار مار کر کہے گیا کہ لڑکوں کو ابھی جانا چاہئے والدہ نے یہ دیکھکر کہ خاوند کی خواہش کا مقابلہ کرنا فضول ہوگا۔ اپنے بیٹوں کو جگایا اور ان سے کہا کہ تمہارا والد اسوقت اصرار کرتا ہے کہ تم جاکر جنگل سے بیل پر لکڑیوں کا گٹھا لاد کر لاؤ اسنے ان سے نہایت محبت بھرے لہجہ سے کلام کیا۔ اور کہا کہ میں تمہارے اس وقت جانے پر رنجیدہ ہوں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا: "یاد رکھو یہ تمہارا باپ ہے"۔ اس کے بیٹے پورے جوان تھے۔ مگر اپنی والدہ کی آواز پر یہ فوراً اُٹھے۔ اور بغیر شکایت کا ایک لفظ زبان سے نکالے بیل لیکر جنگل کو چلدئے۔ انکو اپنی والدہ کی منصف مزاجی اور انتظام پر پورا پورا اعتماد تھا۔ جب یہ جنگل کو گئے۔ انکی والدہ نے انکے واسطے کھانا پکانا شروع کیا۔ شرابی باپ تو جاکر سو رہا۔ اور کوئی ۱۲ بجے رات کو بیٹوں نے اپنا کام ختم کر لیا اور جب گھر میں آئے تو والدہ نے بہت کچھ اظہار مسرت کیا۔ فوراً آگ جلائی ۔ اور کمرہ ایک آن کی آن میں گرم ہوگیا۔ جیسا کہ کام کرنے کے بعد حالت ہوتی ہے۔ اس کے بیٹوں کو بہت بھوک لگی ہوئی تھی۔ یہ نہایت خوشی سے اپنی پیاری والدہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ جو کھانا اسنے طیار کیا تھا وہ کھایا۔ اور پھر بہت جلد پیر پھیلاکر سب گہری نیند میں مست ہو گئے۔

بہت سی والدہ اس طرح اپنے کنبہ کی محافظ ہیں۔ انہوں نے اپنے بچوں کو محنت سکھلائی ہے اور بیٹوں کو نیکبختی۔ اور اپنی ضعیفی میں انکو اپنی شکرگزار اولاد کی محبت اور خدمت سے بہت انعام ملا ہے۔ انہوں نے آنسو بہاکر اور ناامیدی کے غم والم برداشت کر کے بہت غمناک برسوں تک جدوجہد کی ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے تمام مصیبت

دور کی۔ اور انکے دل شادمانی سے پر ہو گئی جسوقت انہوں نے وفاداری کے بابرکت
نتائج دیکھے۔ لہذا مایوس مت ہو۔ جو ایک دفعہ ہوا ہے۔ وہ دنیا میں پھر بھی ہو سکتا ہے
اس باب میں جو کچھ بیان ہوا ہے ۔اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خود ضبطی اور استقلال
دو بہت ضروری باتیں ہیں جو ایک خاندانی حکومت میں درکار ہیں۔ ان دو صفات
کے ساتھ جنپر نہ قابض ہونے کا کوئی شخص عہد نہیں کر سکتا۔ قریباً ہر ایک اور رکاوٹ دور
ہو سکتی ہے۔ مگر بغیر انکے اغلب ہے کہ تمہاری تمام محنت و مشقت اور تمہاری کوشش
سب اکارت جائینگی۔

تمہاری وفادارانہ کوششیں جنکے ساتھ خداوند تعالی کا معمولی فضل شامل حال ہو
تمہارے واسطے روزمرہ تمہاری اولاد کی بہبودی اور نیک بختی کے اظہار میں نئے
نئے منبع خوشی وخرمی کے کھولدینگی۔ تمہاری منصفانہ حکومت کا بلاشک وشبہ وہ اولاد
محبت اور عزت سے انجام دیگی۔ جسکو تم پرورش کر کے سودمند اور خوش وخرم بنا رہے
ہو۔ اور جب تم پر ضعیفی کا سایہ آئیگا۔ تمہاری اولاد اپنے گھر میں تمہارا خیر مقدم کریگی۔ اور خوش
ہو کر تمکو اپنے سر آنکھوں پر جگہ دیگی۔ اور جہانتک اس سے ہو سکے گا۔ یہ تمہاری خدمت
کریگی۔ یہ ثابت کرنیکے واسطے کہ اس کو کسقدر تمہارے احسان کے شکریہ کا خیال ہے
جسکا کبھی معاوضہ نہیں ہو سکتا۔ اور ایسی شادمانی سے تمام اسوقت کی غم والم اور محنت
مشقت کی یاد محو ہو جائیگی۔ اب تم کو چاہئے کہ ایسی امیدیں دل میں رکھکر خوشی خوشی
فرض کی راہ کو طے کرو۔

باب پنجم

قصور اور غلطیاں

خاندانی حکومت میں بہت سے قصور ہیں جو نسلاً بعد نسلاً چلے آئے ہیں اور
قریباً عالمگیر ہو گئے ہیں۔ یہ ایسے عام ہیں اور ہم اسقدر انکے عادی ہو گئے ہیں کہ انکی حکمدار
غیر مناسبت ہماری نظر سے بچ جاتی ہے۔ اسلئے بچہ کے والدین میں پڑنے اور خیال

کرنے کی جو دلچسپی تعلیم کے مضمون کے بارے میں دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ اس سے بہت سے اشخاص نے اُن غلطیوں سے بچنا سیکھ لیا ہے جو اس طرح عام طور پر پھیلی ہوئی ہیں۔ بہت سے والدین ہیں۔ جنہیں اتنی قابلیت نہیں کہ اس مضمون پر کتابیں حاصل کریں۔ اور جو کہ اپنی ذمہ داریوں پر بہت غور اور خوض سے خیال نہیں کرتے بعض غلطیاں ایسی ہیں کہ چونکہ معمولی سمجھ انکی تردید کرتی ہے۔ اسواسطے والدین کو انپر متنبہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے ملک کی کسقدر کثیر التعداد مائیں اپنی حیثیت کے باعث خیال کی اُن آگاہی کے ذرائع سے محروم ہیں جو خدا نے دوسروں کو تفویض کئے ہیں ✦

ا۔ بچوں کا ذکر انکی موجودگی میں نہ کرو۔ ہم بہت جلد یہ خیال کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم ایکدوسرے سے کہتے ہیں بچے اسکو نہیں سمجھتے۔ کیونکہ خود یہ ہمارے ساتھ گفتگو میں شامل ہونے کے قابل نہیں۔ مگر بچے کا فہم زبان کے سمجھنے میں بہ نسبت اسکے استعمال کے بہت بڑھکر ہے۔ اس بارے میں جو تجربوں سے مجھکو نتائج حاصل ہوئے ہیں۔ مجھکو انپر بہت تعجب ہوا ہے۔ ایک چھوٹے سے بچے سے جو ہاتھ پیروں کے بل فرش پر چلتا تھا اور جو ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکال سکتا تھا۔ ایک دفعہ ایک کاغذ کا ٹکڑا اٹھا کر جو کمرے کے دوسری طرف پڑا تھا میز پر رکھنے کو کہا گیا۔ لڑکا فوراً یہ سمجھ گیا اور اسی طرح ہاتھ پیروں کے بل چلکر کمرے کے دوسری طرف پہنچا اور جو اسے کہا گیا تھا وہی کیا۔ جو شخص چاہے اس قسم کے دو تین تجربے کرسکتا ہے۔ اور پھر اسکو اطمینان ہوجائیگا کہ بچے کا دل کسقدر اسکے خیالات کے اظہار کرنے میں ترقی پر ہے۔ اور تاہم ابھی بچہ تین چار سال کا ہوتا ہے کہ والدین اسکے سامنے اپنے مکروفریب کا جسکے یہ مرتکب ہوئے ہیں تذکرہ کرتے ہیں۔ بعض اوقات یہ ادھکی نافرمانی کا بھی مسکرا کر ذکر کردیتے ہیں۔ ایکبار ایک والدہ کی اسکے ایک پڑوسی سے حسب ذیل گفتگو ہوئی اور اسکا ایک تین سال کا بچہ پاس ہی موجود تھا۔ عورت: "کہو عبدالرحمن کا کیا حال ہے؟"

والدہ (مسکرا کر): "تندرست ہے۔ خدا کا فضل ہے۔ مگر پرلے درجہ کا پکا بدمعاش

ہے۔ اور مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا میں لاچار ہوں "۔

عورت :۔ "کیوں کیا سبب؟ اسکی شکل سے تو مند نہیں ظاہر ہوتی ؟"

والدہ :۔ "نہیں۔ اسکی طبعیت تو خراب نہیں۔ مگر ۔ (مسکرا کر) یہ شرارت میں ایسا مشتاق ہے کہ میں کسی طرح اسے ایسا نہیں منا سکتی کہ میری بات کا خیال کیا کرے۔ یہ جانتا ہے کہ آتشدان کے آگے جو جنگلہ لگا ہے اسے نہیں چھونا چاہئے۔ مگر ابھی تمہارے آنے سے پہلے اسنے ایک انگلی اپنی اسپر رکھدی۔ اور میری طرف آنکھ میں آنکھ ملا کر دیکھنے لگا۔ میں نے اس سے ہاتھ ہٹا لینے کو کہا۔ مگر اسنے دوسری انگلی بھی رکھدی میں نے چاہا کہ ذرا طیش آمیز نگاہ سے اسے گھوروں۔ مگر بجائے اسکے کہ یہ باز آتا اس نے اپنے دونوں ہاتھ اسپر رکھدئے۔ اور پھر خوب دل بھر کر ہنستا ہوا بھاگ گیا میں خیال کرتی ہوں کہ اسنے یہ حرکت مجھکو دق کرنے کے واسطے کی بس سمجھلو کہ ایسا بدمعاش ہے "۔

ہم نے یہ خلاف شان کہانی یہاں صرف اسواسطے درج کی ہے کہ جو والدہ اس باب کو پڑھے وہ اچھی طرح جان لے کہ جس امر سے ہم خبردار کر رہے ہیں اسکا ٹھیک ٹھیک مطلب کیا ہے۔ اب اس مادرانہ کوتہ اندیشی سے قطع نظر کرکے جسکے باعث ایسی نافرمانی کے کام سرزد ہوتے ہیں۔ بچے کے دل پر اسطرح اسکی چال چلن کا ذکر اور اسکی اسطرح تعریف ہوتے سننے کا اثر کیسا برباد اور تباہ کرنے والا ہوگا۔ اس ضدی بچہ کو اسکی والدہ اور اسکی پڑوسن دونوں سے بڑھکر اس ذکر میں دلچسپی حاصل ہوئی اور جو اثر اسکے دلپر پیدا ہوا وہ بڑا زبردست تہا۔ اور اسطور پر بچہ کو نافرمانی کا ایک ایسا سبق پڑھا دیا گیا جو جلدی فراموش ہونے والا نہ تھا۔

بچے بہت سے مکر اور حیلہ سازیاں کرتے ہیں جنکو ہر طرح روکنا چاہئے۔ مگر جنکو دیکھ کر والدین بجز اسکے اور کچھ نہیں کرتے کہ مسکرا دیتے ہیں۔ یہ دماغی مرض اور رحم مادرانہ خیالات کے واسطے طمانیت بخش ہیں۔ ان سے ایک اعلے درجہ کے تربیت یافتہ دل کے پیدا ہونے کی امید ہو سکتی ہے اگر مناسب طور پر اسکی رہنمائی ہو۔ نگاہ انفع

کیجائے۔ اور پھر بچوں کے شفیقانہ اور کھلاڑی کام ہیں جو ہر طرح خوشگوار ہوتے ہیں۔ ان سے
نیک خیال اور ساتھ ہی تیز فہمی ظاہر ہوتی ہے۔ والدین ایک دوسرے سے اُن
بے شمار روزمرہ کے اس قسم کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں جو انکے واسطے طمانیت
بخش ہیں۔ لیکن یہ باتیں بچے کے سامنے بیان کی جائیں۔ اور انکی تعریف کیجائے
تو اسکے چھوٹے سے دل میں نمایش اور ظاہر داری معمور جاتی ہے۔ خواہ خوشامد کیسی
ہی کم درجہ ہو۔ یہ معمر اشخاص تک کے دل میں اکثر نہایت خود فریبی کی نہایت ہی
قابل نفرت تحریکیں پیدا کر دیتی ہے۔ آہ کسقدر کم لوگ دنیا میں ہیں جو تعریفیں سنکر
ہضم کر سکتے ہیں۔ نمایش اور تکبر تو ایک عالمگیر مرض ہے۔ خواہ کوئی کیسا ہی کم درجہ
یا اعلے مرتبہ ہو۔ اسکی طاقت سے نہیں بچ سکتا۔ تو کیا ایک بچہ بلا ضرر اس تعریف
کو سن سکتا ہے۔ جسنے اسقدر آدمیوں کو تباہ کر دیا ہے؟ اب یہاں ایک وجہ خود فریبی کی
ہے جو بچپن میں ایسی ظاہر ہے۔ ہم اپنے بچوں کی خوشامد کرتے ہیں مگر اس سے خبردار
نہیں ہوتے کہ یہ اسقدر حرص سے خوشامد کے جام نوش کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہمکو یقین
نہیں ہوتا کہ ان میں اسقدر فہم کا مادہ ہے جسقدر کہ واقعی ان میں ہے۔ یہ بالکل سچ
ہے کہ تقریباً تمام بچوں کو انکے والدین غیر معمولی طور پر ذی فہم سمجھتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے
ہے کہ ہم روزمرہ اپنے ارد گرد بچوں کے دلی حالات کا اظہار دیکھتے رہتے ہیں۔ حالانکہ
ہمکو دوسروں کے دماغی تکمیل کے دیکھنے کا کبھی موقعہ نہیں ملتا۔ مگر باوجود اس مادرانہ
یکطرفی کی قوت کے ہم عموماً اپنے بچوں کو اس درجہ سے کمتر ذی فہم سمجھتے ہیں جسقدر کہ
دراصل وہ ہیں۔ اور ایک والدہ اسی طرح لاپرواہی اور بے خبری سے اپنے تین چار سال
کے عمر کے بچے کے سامنے گفتگو کرتی ہے جسقدر پہ اپنے تین چار ماہ کے شیرخوار
بچے کے سامنے کرتی۔ جو والدہ ایک لحہ تامل کرکے غور کریگی اسکو اس احتیاط کی ضرورت
صاف صاف معلوم ہو جائیگی۔ کبھی بچے کے سامنے کوئی ایسی بات نہیں کہنی چاہئے
جس سے اس میں نمایش اور تکبر کا مادہ پیدا ہو جائے۔ اس بات سے خبردار رہو کہ
بچہ کبھی خیال نہ کرنے پائے کہ میں قابل تعریف اور اچھے کام کرتا ہوں اور اور بچوں پر

ترجیح رکھتا ہوں۔

لیکن گو ایک والدہ اس بارے میں اپنی زبان بند رکھے مگر دوسروں کی زبان روکنا زیادہ مشکل ہے۔ بہت سے اشخاص کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جہاں کہیں یہ جاتے ہیں۔ یہ بچوں کو خوشامد کرکے متکبر اور خودبین بناتے ہیں یہ بالکل اس بناء کن اثر سے بے خبر ہوتے ہیں جو ان بچوں کے دل پر پڑتا ہے اور صرف انکی غرض والدین کو خوش کرنا ہوتی ہے۔ جو بچے خوبصورت ہیں وہ خاص طور پر اسطرح معرض خطر میں پڑتے ہیں یہ کیسی ایک عام بات ہے کہ جس بچے کا چہرہ خوبصورت ہوتا ہے اسکی طبیعت بہت خراب ہوتی ہے۔ یہ امر ایسا معمولی ہے کہ بہت سے لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ "صورت حرام" ایسے الفاظ ہیں جنسے گریز ہو ہی نہیں سکتی۔ میں ایک دفعہ ایک چھوٹے سے بچے کو جانتا تھا جسکا چہرہ غیر معمولی خوبصورت اور پیارا تھا جو کوئی گھر میں آتا اور بچے کو دیکھتا اسکی خوبصورتی کا ذکر کرتا۔ ایک دن ایک شخص کسی کام کو آیا۔ اور چونکہ بات چیت میں مصروف تھا اسنے بچے کیطرف وہ توجہ نہ کی جو ہر ایک شخص اسکی طرف کیا کرتا تھا اور جسکا کہ یہ عادی تھا۔ اور جسکی کہ اوس کو بطور اپنے حق کے امید تھی۔ خودبین متکبر ظاہر دار چھوٹے بچے نے بہت سی کوششیں کیں کہ اس شخص کے سامنے ہو بیٹھا اور پوچھنے لگا۔ "آپ کیوں نہیں دیکھتے کہ میں کیسا خوبصورت ہوں؟" یہ سچ ہے کہ یہ خیال اکثر ایسے علانیہ طور پر ظاہر نہیں کیا جاتا مگر اس سے زیادہ خودفروشی اور کیا ہوگی کہ اسی طور سے ظاہر کیا جائے۔

واقعی یہ فرض ہے کہ جب کبھی وجہ درست کام کرے اسکی تعریف کیجائے اور جب غلطی کرے اسکو ملامت کی جائے۔ مگر نہایت احتیاط اس بارے میں کرنی چاہئے کہ بچہ کوئی ایسی بات نہ سیکھے جو اسکے چال چلن کے اوس نہایت ہی پیاری نشانی کو زائل کردے جسکا نام منکسر مزاجی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ایک بچے کے واسطے اکثر یہ بدنصیبی ہوتی ہے کہ یہ غیر معمولی ذہین یا فہیم ہو چنانچہ اسکو خوشامد کے حملوں سے بچانا اسقدر مشکل ہے کہ جو چیز اسکے واسطے بہت مفید ہوتی وہ

سخت مضر بنجاتی ہے۔

۲۔ اپنے بچوں کی قابلیتوں کا بطور نمایش کے اظہار نہ کرو۔ اور یہاں ہم پھر خود بینی اور تکبر کے پیدا ہونے کے خوف کو بیان کرتے ہیں۔ اس سے بڑھکر کوئی جذبہ عام نہیں ہے۔ اور نہ کوئی ایسا ہے جسکے مغلوب کرنے میں اس سے بڑھکر مشکل پیش آئے۔ ایک مشہور پادری ایک دفعہ ممبر پر سے وعظ ختم کر کے جانے لگا تھا کہ سامعین میں سے ایک نے اٹھکر اسکو مخاطب کیا۔ اور جو اسنے وعظ کیا تھا اسکی بہت تعریف کی۔ پادری نے کہا "مہربان۔ ہوشیار رہو۔ میرے سینے میں ایک دیا سلائی کی ڈبیا رکھی ہوئی ہے" جب ایک ایسے شخص متقی۔ پرہیزگار اور دیندار آدمی کا سینہ ایسی آسانی سے مشتعل ہونے کے قابل تھا۔ تو گیا اس سے بڑھکر خوفناک نہیں ہے کہ ہم اپنے ملاقاتیوں کے سامنے اپنی اولاد کی تعریف کریں جو بلا شک وشبہ اسکے کام کی تعریف خوشامدانہ کرینگے؟ بالفرض تم نے اپنی بیٹی کو کوئی دلچسپ حمدیہ گیت سکھلایا ہے۔ یہ باحیا اور بلا نمود نمایش ہے اور وہ اُس گیت کو نہایت مناسبت سے برزبان پڑھتی ہے۔ کوئی تمہارا ملاقاتی آیا اور تم نے اپنی بیٹی سے گیت پڑھنے کو کہا۔ اور اسنے پڑھا۔ ابتک تو شاید خیریت گزری اور کچھ ضرر نہیں پہنچا۔ مگر جونہی یہ گیت ختم کر چکی۔ تمہارے دوست نے اسکی خوشامد شروع کی۔ اسکے بعد تمہارا ایک اور دوست آیا اور پھر اسکے بعد ایک اور بار خوشامد کی گئی۔ یہاں تک کہ تمہاری بیٹی میں تکبر پیدا ہوگیا۔ اب بالکل اس میں شک نہیں کہ یہ ایک تماشہ کرنے والی لڑکی ہے۔ اور وہ حمدیہ گیت جو اسکے نو خیز دل کو خدا کی طرف لگانے کے واسطے سکھلایا گیا۔ اسکے دل میں تکبر بھر رہا ہے۔ کیا یہ معیوب نہیں؟ کس طرح ایک بچہ ایسی زبردست ترتیب وتحریص کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ والدین اپنی اولاد کو جتلا سکتے ہیں کہ یہ انکی ذہنی ترقی اور قابلیت دیکھکر بہت مطمئن ہیں اور اس سے کافی مدعا پیدا ہو جاتا ہے۔ جو انکو کام کرنے کی تحریک دے۔ مگر جب علانیہ طور پر آپسے بچائے جانے وقتاً فوقتاً بیجا خوشامد انکی کرتے ہیں۔ تو ایک لحظہ بھی یہ نہ سوچنا چاہئے کہ انکو

اپنی نسبت منصفانہ خیال رہیگا۔ بہرحال یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ بعض بچوں کیواسطے ایسی حالت میں اوروں سے بڑھکر خطرہ ہے۔ بعض کو تو بہت کچھ نکتہ عیب و تحسین کی ضرورت ہے۔ اور بعض کو متواتر تنبیہہ اور مزاحمت کی۔ کس شخص نے اُن بزارنہ تدبیروں کو نہیں دیکھاہے جو ایک خودبین بچہ صرف اسواسطے کام میں لاتاہے کہ لوگ اسکی طرف متوجہ ہوں؟ کسنے ایسے خراب بچوں کو نہیں دیکھاہے جو ایک کتاب لیکر پڑھنے لگتے ہیں اور بار بار جلدی جلدی کتاب کے صفحے سے نگاہ اٹھاکر نوآمد شخص کیطرف دیکھتے ہیں کہ آیا اسنے انکا غور وخوض سے مطالعہ کرنا دیکھاہے یا نہیں؟ کیا ایسے بچے کی اجنبی شخص کے سامنے تعریف کرنے میں سلامتی اور خیریت ہے؟ شاید بعض اوقات ایک یا چیا بچے کے واسطے ایک منصف مزاج دوست کے سامنے کوئی سبق پڑھنا یا اور ایسا کام کرنا مفید ہو۔ اگر یہ دوست مناسب دلچسپی سے جو اسے واجب ہے بچے سے سبق سنیگا تو گویا اسکو مادرانہ محبت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ اور پہر اسکو خاندان میں ایک اجنبی نہیں سمجھنا چاہئے۔ بچے اسکے سامنے اعتماد اور پیار سے آسکتے ہیں اور اگر یہ منصف مزاج اور دوراندیش ہے۔ تو یہ خوشامد سے خبردار رہیگا اور ایسے موقعہ کو ترقی دینے کی کوشش کریگا۔ لیکن بچوں کی نمود کی عادت اور انکی قابلیتیں ظاہر کرنے میں بہ امر عیب آور بری ہے۔ اور ہمکو خوف ہے کہ یہ امر صرف عام ہی نہیں بلکہ ترقی پذیر ہے۔ ذیل کی رائے اس بارے میں ایک ایسے شخص کی قلم سے نکلی ہوئی ہے۔ جنہیں وسیع تجربہ کے ساتھ غور وخوض سے مشاہدہ کرنے کی قابلیت اور عادت بہی ہے۔ مجھکو اُن چھوٹے چھوٹے چھہ یا آٹھ سال کے بچوں پر بہت رنج ہوتا ہے۔ جو لوگوں کے سامنے کوئی گیت یا غزل برزبان سنانے کے واسطے بٹھلا دئے جاتے ہیں۔ بعض اوقات میں دنگ رہ جاتا ہوں جب کوئی ماں ایسا اوقات باپ بھی اجسکی میں سوائی عزت کے اور کچھ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یہ اپنے بچوں پر بہت پیاری ہوتی ہے۔ زبردستی نہایت فخر سے اپنے لڑکے کو اپنے آپس کی آدمی کے سامنے کھڑا کردیتی ہے اور یہ ہاتھ پھیلا کر اپنے کمزور آواز

سے کوئی حمد یہ گیت سناتا ہے۔ میری دانست میں ناظرین کے واسطے کوئی چیز
اس قسم کی نمایش سے بڑہکر مصیبت ناک نہیں ہے۔ ایسے موقعوں پر کوئی نہیں
سمجھتا کہ کیا کہے یا کسطرف دیکھے۔ میں قسمیہ بیان کرتا ہوں۔ کہ میری زندگی میں مجھکو
یقین ہے کہ میرے واسطے یہ سب سے بڑہکر ناگوار اور ناپسندیدہ موقعہ تھے۔ جنہیں
اُن والدین نے جنکی میں عزت اور ادب کرتا تھا مجھکو ایسی نمایشوں کے برداشت
کرنے پر مجبور کیا تھا۔ کیونکہ یہ تمہاری مرضی ہے کہ خواہ ریاکاری کرو یا کسیکو ناراض کرو۔
ایسی صورتوں میں جو تعریفیں ایک بچے کی ہوتی ہیں۔ ان سے یہ اپنے خیال میں پھولا
نہیں سماتا۔ یہ تکبر اور گستاخی میں سرشار ہوکر دنیا میں جاتا ہے۔ جس سے یہ کسی نہ کسی
طرح محروم ہوگا اور اسے ہونا چاہئے۔ اب والدین کا کوئی حق نہیں ہے کہ اس طرح
اپنے خیالات کی حرص پوری کریں۔ اور اپنے اولاد کی شادمانی اور خوشی و خرمی معرض
خطر میں ڈالیں۔ مذکورہ طور کے نظارے ناظرین کی یاد میں فوراً ابھر جائینگے۔ اور یہ
امر جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ممکن ہے کہ بہت سے اور ملاقاتیوں کے عموماً ایسے ہی
خیال ہونگے۔ اس دستور کی تردید کے واسطے کافی ہے ۔

دو حالتیں ہیں کہ جنسے احتراز لازم ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ بچوں کو بالکل سوسایٹی
سے علیحدہ رکھا جائے۔ اور دوسری یہ ہے کہ انکو لگاتار باتیں کرنے اور ہروقت
اپنے یار احباب کے سامنے رکھنے سے اکتایا جائے۔ اگر ہم اپنے بچوں کو ایک ایسی
دقت سمجھیں جسکا خانگی خوشی و خرمی سے دور رکھنا ضروری ہو۔ یا اگر ہم انکے واسطے
شام کو چند دوستوں کا آجانا ایک ایسی نشانی بنادیں جسکو دیکھکر یہ فوراً دوسرے
کمرے میں چلے جایا کریں۔ تو ہم کسطرح امید کرسکتے ہیں کہ یہ ترقی کرینگے یا زندگی کے نشیب
و فراز سے ناواقف ہونگے؟ انکو چاہئے کہ یہ باتیں چیتیں سیں۔ اور اپنے بزرگوں کے
اوضاع و اطوار کو مشاہدہ کریں۔ تاکہ انکے دل اور اطوار ترقی کریں۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا
ہے کہ ایک صاحب نے مجھے ایک غیر معمولی خاندان کا دلچسپ ذکر سنایا جہانکہ وہ
گئے تھے۔ گھروالوں کا یہ معلوم تھا کہ یہ شام یہیں گزارینگے۔ جونہی انہوں نے کمرے

میں قدم رکھا انہوں نے دیکھا کہ تین بچے چپ چاپ آگ کے سامنے بیٹھے ہوئے
تھے۔ والدہ میز کے پاس بیٹھی اپنا سوئی کا کام کر رہی تھی۔ اور والد نے اٹھکر ان کا
استقبال کیا۔ بچے کچھ کم و بیش ایک گھنٹہ تک نہایت دلچسپی سے اپنے مہمان اور اپنے
والدین کی گفتگو سنتے رہے۔ انہوں نے خفیف سی مداخلت بھی نہ کی۔ مگر اپنی موجودگی
اور مسرت بھری نگاہ سے اس شام کو اور بھی خوشگوار بنادیا۔ کوئی آٹھ بجے والدہ نے کہا۔
"برخوردار اب آٹھ بجے ہیں۔" اتنا سنتے ہی بغیر ایک لفظ بھی زبان سے نکالے
یہ سب اوٹھکر کمرے سے باہر چلے گئے۔ والدہ بھی انکے پیچھے گئی۔ اور چند لمحہ بعد
واپس آگئی۔ اب ایسے کنبہ میں کسقدر خوشی و خرمی ہے؟ اور بچوں کو اپنے بزرگوں کی
صحبت سے کسقدر ترقی حاصل ہوتی ہے! اسطرح انکو انکساری اور عاجزی کی
تعلیم ملتی ہے۔ کیونکہ انکو معلوم ہے کہ بہ نسبت دوسروں کے کسقدر کم انکو علم ہے
انکو آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسروں کی گفتگو سنکر انکے دل کو تقویت ملتی ہے
انکے اطوار میں ترقی ہوتی ہے کیونکہ بچے زبانی مسائل سے بڑھکر تمثیل سے زیادہ سیکھتے
ہیں۔ اگر تم ان تنبیہات کا حظ اٹھاؤ گے اور یہ فوائد اپنے بچوں کو بھی تفویض کروگے
تو اس میں کچھ شک نہیں کہ نیک تربیتی کے یہ عادی ہوجائینگے۔ اس سے بڑھکر
کوئی امر زیادہ مایوسانہ نہیں ہوسکتا کہ تم اپنے بچوں سے کسی کے سامنے نیک چلن
رہنے کی امید کرو جبکہ اور اوقات میں یہ ناقابل تنبیہ ہیں۔

بعض والدین یہ امر ضروری سمجھکر کہ انکے بچے نیک سوسایٹی کے فیضیاب ہوں
اور ساتھ ہی انکے تنبیہ بھی نہ کیجائے۔ اپنے آپ کو اور نیز اپنے ملاقاتیوں کو بھی لطف
و حظ سے اور اپنے بچوں کو فایدے سے محروم رکھیں گے۔ ہم اپنے خیال میں ایسے
کان پھوڑنے والے شور و غل کے نظارے کا سماں باندھنے کی بھی جرات نہیں
کرسکتے۔ کچھ بچے تو نووارد کی کرسی کے ادہر ادہر پھر رہے ہیں۔ کچھ چلا رہے ہیں۔
کچھ شور مچا رہے ہیں۔ والدہ ایک بچے کا تو دامن پکڑ کر کھینچ رہی ہے۔ اور دوسرے
کو مار رہی ہے۔ نووارد بیچارہ شور و غل سے دق ہوکر بے فایدہ گفتگو کرنے کی کوشش

کرتا ہے۔ اور واسطے پدر والدین کا وقت۔ توجہ۔ اور صبر سب انکے بے عمل اور بدنظم کنبہ میں رائیگان جاتا ہے۔ تو وارہ بیچارہ کوئی آدہ گھنٹے تک یہ شور و غل برداشت کر کے یہاں سے خلاصی پانے میں بڑا خوش ہوتا ہے۔ اب ایسی صورت میں خوشی کہاں اور فایدہ کیسا؟

بچے میں استفساری طبیعت کی حوصلہ افزائی میں ہی بہت فوایدہیں۔ یہ ایک ایسی دنیا میں آیا ہے جسمیں ہر ایک چیز بالکل نئی اور تعجب خیز ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ ہر لحظہ اُن اشیاء کو دیکھتا ہے۔ جنکی آگاہی حاصل کرنے کا یہ خواہشمند ہے مگر جونہی کسی بچے کو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکے والدین اسے سوال پوچھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ تو یہ اسے بہت اچھی بات سمجھنے لگتا ہے۔ اب یہ لگاتار ہر وقت سوال کرتا رہیگا۔ کسی معقول اور مدلل تعجب خیز چیز کے بارے میں جو سوال پوچھنے کی اسکی غرض ہوگی وہ تو اب ختم ہو جائیگی۔ مگر اب آگے جو کچھ یہ سوال پوچھیگا وہ صرف یا تو اس غرض سے کہ اپنی چالاکی ظاہر کرے یا بکواس کئے جائے۔ اس بارے میں بچے کو روکنا بہت ضروری ہے۔ اسکے اغراض صاف صاف ظاہر ہو جاتے ہیں اور اگر اسکی غرض سوال پوچھنے [illegible] نامناسب ہو۔ تو چاہیئے کہ اسپر ناراضگی کا اظہار کرو۔ نہ کہ رضامندی کا۔

ایک بچہ تین سال کا دسترخوان پر بیٹھا ہوا ہے اور یہ اپنی زبان سے پوچھتا ہے:-

"ماما جان۔ قہوہ کی کیتلی کسواسطے ہے؟"

ماں:- "قہوہ ڈالنے کے واسطے"

بیٹا:- "اور کیوں اس کیتلی میں تم کافی ڈالتے ہو"

ماں:- "کیونکہ اس سے کافی باہر نکالنے میں آسانی ہوتی ہے"

"اور یہ" (لڑکا اتنا کہتا ہے اور پھر تامل کرتا ہے۔ اور پھر ادہر اُدہر دسترخوان پر نظر ڈالتا ہے کہ کوئی نئی چیز سوال پوچھنے کے واسطے اسے ملے) "اور پیالے کسواسطے ہیں؟"

ماں: "کوئی چیز ان میں ڈالکر پینے کے واسطے"۔

بیٹا: "اور کیوں تم ان میں کوئی چیز ڈالکر پیتی ہو؟"

غرض اسطور پر کہانا کہانے میں بچہ لگاتار سوال پوچھتا ہے۔ ماں ہی برابر سب کا جواب دیتی ہے۔ کیونکہ اسنے یہ اصول اختیار کیا ہے کہ بچہ کو ہمیشہ سوال پوچھنے کی ترغیب دینی چاہئے اور اندہادہند اور بے خیالی سے اس اصول پر عمل کرکے یہ اپنے دل میں خوشی سے پہولے نہیں سماتے اور بچے کو ایک پہلے درجہ کا بکی بنا رہی ہے۔ اس بارے میں عام فہم اصول جو ہماری رہنمائی کا ہے وہ ظاہر ہے۔ اگر غرض نیک ہے اور موقع مناسب ہے۔ تو بچہ کو اسکی سوال پرسی میں ترغیب دو۔ لیکن اگر معاملہ دگرگوں ہے۔ تو اسے روک دو۔ ایک بچہ اپنے والدین کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا ہے۔ والدہ قہوہ کی کیتلی پر سے سرپوش اٹھاتی ہے۔ اور بچہ دیکھتا ہے کہ قہوہ اندر خوب زور سے اُبل رہا ہے۔

بچہ: "اماجان۔ کیوں قہوہ اسطرح اُبلتا ہے؟"

اب غرض نیک ہے اور موقعہ مناسب ہے۔ اور اب والد یا والدہ اسکو وہ کیمیاوی عمل سمجھاتے ہیں۔ جسکو ہم اصطلاح میں تبخیر کہتے ہیں۔ والدین کو ہر طرح بچے کے منشا سے پر اطمینان ہوتا ہے۔ اور جو توضیح اسکے سامنے کیجاتی ہے اس سے اسکو بیش بہا علم حاصل ہوتا ہے۔ مگر فرض کرو کہ ایک نو وارد ہی اسوقت موجود ہے۔ جس سے والد بات چیت کر رہا ہے۔ اور اب بچہ نے وہی سوال پوچھا۔ لیکن یہ سوال بے موقع ہے۔ اسکو چاہئے کہ جب کوئی غیر شخص بیٹھا ہو تو خاموش رہے۔ لہذا والدہ جواب دیتی ہے:-
"برخوردار تمکو اپنے والد کی گفتگو میں دخل در معقولات دینا نہیں چاہئے۔ تمکو چپ چاپ رہنا چاہئے۔ اور جو بات ہو رہی ہے اسے سننا چاہئے"۔

مگر والدہ سوال کو نہیں بہولتی۔ بلکہ اسکے جواب کے واسطے کسی اور موقع کی منتظر رہتی ہے۔ اور جب موقع آتا ہے یہ اسے جواب دیتی ہے۔ اور نیز اسے جتلادیتی ہے کہ دوسروں کی بات میں دخل در معقولات دینا یا کسی کی توجہ میں مخل ہونا جبکہ کوئی غیر شخص بیٹھا ہو تو یہ بے شعوری اور خلاف تہذیب بات ہے۔ لہذا بچوں کی بکبک کو اپنے دوستوں

کی گفتگو میں مخل ہونے سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ اور اچھی خاصی ترقی مسدود ہو جاتی ہے۔

بعض والدین اس وقت سے بچنے کے واسطے جب کوئی ملاقاتی آتا ہے فی الفور اپنے بچوں کو کمرے سے باہر بھیجدیتے ہیں۔ مگر اس طور پر عمل کرنا بچوں کے ساتھ ناانصافی سے پیش آنا ہے۔ اور والدین کو اسکے غمناک اور دردانگیز نتائج اپنے اولاد کے ناتربیت شدہ اطوار اور اوضاع میں بھگتنا پڑینگے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم کو بہت سے شریف خاندانوں میں بہنگم اور بدتہذیب اولاد ملتی ہے اگر بچے خوشگوار جلسوں اور ایسی محفلوں سے خارج کردیئے جائیں جہاں عقلمند جمع ہوں۔ تو بالضرور بڑے ہو کر جاہل اور پورے پورے گنوار نکلیں گے۔ لہٰذا جو طریق اختیار کرنا چاہئے۔ وہ صاف اور سیدھا ہے۔ جب تمہارے دوست احباب تمہاری ملاقات کو آئیں تو انکو اکثر موجود رہنا چاہئے۔ مگر انکو نیک چلنی اور سلیقہ سے پیش آنا سکھلانا چاہئے۔ اور انکو خاموش اور چپ چاپ بیٹھے رہنے کا عادی بنانا چاہئے۔ جب تک ان سے بات نہ کیجائے انکو ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالنا چاہئے۔ اور سب سے بڑھکر یہ نہ کرنا چاہئے کہ انکو اپنے ملاقاتی کے آگے پیش کرو۔ تاکہ انکی قابلیتیں جتلاؤ۔ اور جسقدر تمہارے دوست چاہیں تم انکی زبان سے خوشامد اور چاپلوسی سنو۔

۳۔ بچوں کو کبھی دھوکا مت دو۔ بہت سے اشخاص کو اُن بُرے نتائج کی خبر نہیں جو اس عام رسم سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر کو ایک دفعہ والدین نے بچے کا ایک دانت نکالنے کے واسطے بلایا۔ بچہ خوفناک اوزار دیکھکر اور درد اور تکلیف کو پہلے ہی سے سوچکر بہت ہی خوف زدہ ہوا۔ اور اپنا منہ کھولنے سے انکار کیا۔ آخرکار بہت کچھ فضول اور رائیگان اصرار کے بعد ڈاکٹر نے کہا۔ "شاید دانت نکالنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ مجھکو ذرا رومال سے اسے مل دینا پڑیگا۔ اور بس اسی کی ضرورت ہے۔ تم کو اس سے کچھ بھی تو تکلیف نہ ہوگی۔" لڑکے نے ڈاکٹر کے کہنے پر اعتبار کیا۔ اور اپنا منہ کھولدیا۔ ڈاکٹر نے رومال میں اپنا اوزار چھپاکر دانت کو

پکڑا اور باہر کھینچ لیا۔ والدین تو ڈاکٹر صاحب کی اس تدبیر پر عش عش کرنے لگے۔ مگر اس شخص نے لڑکے سے مکر کیا تھا۔ لڑکا اسکو گالیاں دیتا تھا۔ اور اس طور پر اس شخص نے اس لڑکے کو وہ اخلاقی ضرر پہنچایا جو جلد زائل ہونے والا نہ تھا۔

جیسا کہ ہم اپنی اولاد کو بنانا چاہتے ہیں ویسا ہی ہمکو بھی بننا چاہیے۔ انکے چال چلن ہماری ہی پیروی سے وضع ہونگے۔

ایک دفعہ ایک والدہ اپنے چھوٹے بچے سے دوا پلانے پر اصرار کر رہی تھی۔ دوا بڑی بدمزہ تھی۔ اور والدہ بچہ کو دوا پینے کی ترغیب دینے کے لحاظ سے اسے کہہ رہی تھی کہ یہ بدمزہ نہیں ہے۔ بچہ اسکی بات کا یقین نہ کرتا تھا۔ یہ اپنی غمناک تجربہ سے جانتا تھا کہ اس کی بات قابل اعتبار نہ تھی۔ ایک پہلے مانس اور ایک دوست نے جو اسوقت موجود تھے چمچہ لیا اور کہا: "عبدالرحمن یہ دوا ہے۔ اور بڑی بدمزہ ہے۔ میں اسے کبھی نہ پیوں لیکن اگر ضرورت پڑے تو پی لوں۔ تم میں اسقدر دلیری ہے کہ اس چیز کو نگل جاؤ جو بدمزہ ہو۔ کیوں تم میں دلیری ہے نا؟"

عبدالرحمن (کسی قدر کم ہمتی سے): "بیشک۔ مگر یہ تو بڑی خراب ہے"

دوست: "میں جانتا ہوں۔ اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ اس سے بدتر چیز کبھی تم نے آج تک نہیں چکھی"۔ اسکے بعد اس شخص نے خود دوا چکھی اور کہا: "یہ بڑی ناگوار ہے۔ مگر اب دیکھیں یہ خواہ کیسی ہی بدمزہ ہو تم میں اسکے پینے کے واسطے استقلال ہے"۔

لڑکے نے کچھ تامل کیا اور چمچہ لے لیا۔

دوست: "یہ بڑی خراب ہے مگر سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ پرلے درجہ کے جہانتک ہوسکے مستقل بنجاؤ۔ اور مردوں کی طرح بس حلق سے پار اتار لو"۔

اس میں شک نہیں کہ درحقیقت عبدالرحمن نے بلحاظ اپنی عمر کے بہت دلیری کی اور دوا پی گیا۔ اور اب یہ لڑکا سب سے بڑھکر کس کی عزت کریگا۔ تم ہمکو بتاؤ والدہ کی یا دیانتدار اجنبی کی؟ اور اسکے بعد کس کی بات کا یہ نہایت مستعدی سے یقین کریگا؟ مگر یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اگر بچہ کی مناسب طور پر تربیت کیجاتی۔ تو جو کچھ اسکی والدہ اسے دیتی یہ بلا ایک لفظ

بھی زبان سے نکلے فوراً اسے پی لیتا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ قیاس یہ بھی چاہتا
ہے کہ خواہ یہ دوست کتنی ہی دلایل پیش کرتا مگر لڑکا پھر بھی وہ پینے سے انکار ہی کئے
جاتا۔ تو اس حالت میں کیا کرنا چاہئے تھا؟ زبردستی کرنا چاہئے تھی نہ کہ دھوکا دینا چاہئے
تھا۔ ہم بغیر اپنے بچوں کو نہایت سخت ضرر پہنچائے اور اپنا تمام رعب داب ضایع کئے اپنے
بچوں کو کبھی دھوکا نہیں دے سکتے۔ خاندانی حکومت اور زندگی کے وسیع میدان
دونوں میں راستبازی اور صاف بیانی سب سے بڑھکر باسلامت تدبیر ہے۔ انسان
کی پُرفن چالاکیاں اور عیاریاں یقیناً انجام میں اس کی تباہی اور بربادی کا باعث ہونگی۔
راستباز اور دیانتدار ہو اور اسی میں خیریت اور سلامتی ہے۔ سب سے بڑھکر مفید
نتایج حاصل کرنے کا یقینی طریقہ نیک اور شریفانہ وسایل ہیں ٭

۸۔ ہمیشہ قصور ہی نہ نکالتے رہو۔ بلحاظ موقعہ کے ملامت کرنا اور سزا دینا دونوں علیحدہ
علیحدہ مناسب ہیں مگر جب کبھی بچے کوئی اچھا کام کریں تو انکو ترغیب دینے سے بہت
کچھ ہو جاتا ہے۔ اپنی اولاد کی نیک چلن پر اپنی رضامندی ظاہر کرنے میں بہ نسبت انکی
بدچلنی پر اپنی ناراضگی ظاہر کرنے کے زیادہ احتیاط رکھو۔ اس سے بڑھکر بچے کے واسطے
کوئی اور بے دلی کا باعث نہیں ہو سکتا کہ والدہ ہمیشہ اسکا کوئی نہ کوئی قصور نکالتی رہے
اور یہ مشکل ہی اس سے بڑھکر کوئی اور چیز والدہ اور اولاد دونوں کی طبیعت پر مضر اثر ڈال
سکتی ہے۔ دو بڑے بھاری اعراض ہیں جنکا اثر انسانی افعال پر پڑتا ہے اور یہ
دونوں بیم و رجا ہیں۔ یہ دونوں اپنے اپنے موقعوں پر ضروری ہیں۔ لیکن وہ کون شخص
ہے جو اس بات کو ترجیح نہ دیگا کہ اپنے بچے کو نیک چلنی میں اپنی خوشنودی سے
ترغیب دے بجائے اسکے کہ اسے خوف دلاکر اسے ناراض کردے؟ جب کبھی ایک
بچہ کوئی اچھا کام کرتا ہے اور والدہ اپنا اطمینان اسپر کبھی ظاہر نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ جب
کبھی کوئی غلطی اسکی دیکھتی ہے تو اسپر اسے ملامت کرتی رہتی ہے تو اس سے بچہ کم
ہمت ہو جاتا ہے اور ناشاد ہو جاتا ہے۔ یہ جانتا ہے کہ والدہ کو خوش کرنے میں کچھ فایدہ
نہیں ہے۔ اس طرح کی لگاتار شکایت اور ناراضگی سے بچہ سخت مزاج اور دق ہو جاتا

ہے۔ اور آخر کار یہ دیکھ کر کہ خواہ یہ اچھا کام کرے۔ یا برا ہمیشہ اسکا قصور نکالا جاتا ہے۔ یہہ
اپنی والدہ کو خوش کرنے کی تمام کوششوں سے دست کش ہوجاتا ہے۔ اور ملامت اور
جھڑکیوں کی کچھہ پرواہ نہیں کرتا۔

مگر والدہ سے جب کبھی ہوسکے اپنے بچے کی چال چلن پر رضامندی اور خوشنودی ظاہر
کرنی چاہیے۔ اسکو یہ ظاہر کرنا چاہیے۔ کہ یہ اپنے بچہ کی نیک چلنی پر حد درجہ کی خوش وخرم ہے
اسکو چاہیے کہ اپنی خندہ پیشانی اور پیار سے اسے اسکا انعام دے۔ اور اسطور پر یہ بچے
کے دل پر ہماری فطرت کی بعض سب سے بڑہکر شریفانہ اور پسندیدہ خیالات نقش کردیگی۔
یہ اسکے مزاج کو شگفتہ بنادیگی۔ اور اسکی طبیعت کو خوشگوار اور نیک کردیگی۔ فرض کرو کہ تمام
دن تمہارا بچہ بڑا شادمان اور مطیع رہا ہے۔ اب یہ رات کو سونے لگا ہے کہ تم نے اسکا ہاتھ
پکڑا اور کہا: "بیٹا۔ تم آج بڑے اشراف اور نیک چلن رہے ہو۔ میں تمکو ایسا شفیق اور
فرمانبردار دیکھکر بہت خوش ہوں۔ خدا کہتا ہے کہ چھوٹے بچے اپنے والدین کی اطاعت
کریں اور میں انکو خوش وخرم رکھونگا۔" بچے کے واسطے اسکی والدہ کی یہ خوشنودی بڑا بھاری
انعام ہے۔ اور جب معمول سے بڑہکر محبت بھرے لہجہ میں تم کہتے ہو: "سو بیٹا خدا حافظ۔
اب سو رہو۔" تو اسکا دل خوشی وخرمی سے بہرجاتا ہے۔ اور جب یہ نیند میں اپنی آنکھیں
بند کرتا ہے۔ یہ شاد وخرم ہوتا ہے اور ارادہ کرتا ہے کہ اپنا فرض ادا کرتا رہیگا۔ ایک لائق و
فائق شخص ان مختلف حکومت کے طریقوں کے اثر بیان کرتا ہے جو ایک جہاز پر مختلف حکام
نے اختیار کئے تھے۔ جب کبھی ان افسروں میں سے کوئی افسر وہ تین دن کی عدم
موجودگی کے بعد یا کہانا کہانے کے بعد اپنے معمولی روند پر تختہ جہاز پر آتا۔ تو یہ ہمیشہ ادہر ادہر
آنکھ اٹھاکر یہ دیکھتا جاتا کہ کوئی قصور پکڑے۔ ذرا سی چیز بھی اگر بے ترتیب دیکھہ لے تو اسکو
پکڑ لے اور مختصر یہ ہے کہ جہانتک ممکن ہوتا۔ سخت ملامت کیلئے کوئی وجہ اسکو ہاتھ آجائے
اسکی رائے ہیں جو اسکے ماتحت تھی سامنے واسطے انکے فرض سے غافل رہنے کے لئے
یہ ایک بڑی بھاری روک تھی۔ بعد اسی افسر یہ اسقدر تشدد سے عمل کرتا تھا۔ دوسرے
افسر کی نگاہ اسکے برعکس خصوصاً انہی چیزوں پر پڑتی۔ جنپر یہ اپنی رضامندی ظاہر کرسکتا۔

مثلاً یہ جیسا آگے بڑھتا جاتا وقتاً فوقتاً ٹھہرتا اور پہلے نائب سے کہتا: "دیکھو ان کرسیوں کی ترتیب بہت عمدہ ہے۔ لوگوں کے اسباب باندھنے کا بس یہی طریقہ مجھکو پسند ہے۔"
مگر اسکے برعکس وہ پہلا افسر جسکا ذکر ہوا ہے۔ صرف ان عمدہ ترتیب شدہ چیزوں کے پاس سے بالکل انجان ہی ہوکر نہیں گزر جاتا۔ جنکو ترتیب دینے میں اسقدر محنت اور وقت صرف ہوا تھا بلکہ اسکو جب تک یہ چین نہ آتا۔ جب تک اسکی نگاہ کسی ایسی اتفاقیہ غلطی پر نہ جا پڑتی۔ جس سے اسکی ناراضگی کی کوئی وجہ نکل آئے۔ ایک کپتان جب گزریگا تو پہلے لفٹنٹ سے کہیگا: "آج تم نے تختہ جہاز کو کیسا صاف ستھرا کردیا ہے! میں خیال کرتا ہوں کہ تم صبح سے اس کام میں لگے ہوئے ہو گے؟"
دوسرا ایسی حالت میں قصور تلاش کرنے کا خواہاں ہے۔ خواہ تختہ جہاز برف کی طرح سفید اور صاف ستھرا ہو وہ یہی کہیگا: "سنئیے صاحب ان جاروب کشوں سے کہئے کہ اس کوڑے کرکٹ کو یہاں سے صاف کردیں۔ اور اب وہ کوڑا کرکٹ کیا ہے؟ ایک توپ کے نیچے کوئی آدھ انچ لنبا رسّی کا ایک ٹکڑا پڑا ہے! غرض مختصر یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک افسر کو اس سے بڑھکر اور کوئی چیز ذوق کرنے والی نہ تھی کہ ہر ایک چیز کو ایسی مناسب اور درست دیکھنے کہ جس سے اسکو قصور نکالنے کا کوئی موقع ہاتھ نہ آسکے۔ حالانکہ دوسرے کو ملامت کرنے کی ضرورت خود اپنے واسطے ایک سزا معلوم ہوتی تھی۔
"چنانچہ ایک افسر کے ماتحت تو ہم نہایت خوشنودی اور مسرت سے یہ سمجھکر کام کرتے کہ کوئی کام ایسا ہوگا جسکو ہم مناسب اور درست طور پر کرینگے اور اسپر خوشنودی اور رضامندی ظاہر کیجائیگی مگر دوسرے افسر کے ماتحت چونکہ ہم خوف سے کام کرتے تھے کبھی دل لگا کر ہم نے کوئی کام نہیں کیا۔ ہمکو چونکہ یہ یقین تھا کہ ہماری کچھ تعریف نہ کیجائیگی۔ لہذا کوئی کام مناسب اور درست طور پر کرکے ہمکو کبھی طمانیت اور مسرت نہ حاصل ہوئی۔"
"جب کبھی ہم نہایت محنت و مشقت سے ہی قابل تعریف کام کرتے تو ملامت ہونے کے خیال سے اس حالت میں بھی ہماری تمام فیاضانہ کوشش کی کمر ٹوٹ جاتی۔ اور چونکہ

یہ سیکھ گئے تھے۔ کہ پہلے ہی سے الزام ملنے کا یقین واثق رکھیں۔ جب کبھی ہم کو
ایسی سزا ملتی تو جس غرض سے یہ دیجاتی وہ پہلے ہی سے زائل اور نیست و نابود ہو چکتی
چونکہ سراسر ہر طرف ناامیدی ہی نظر آتی تھی۔ ملامت سے نہ تو کوئی اپنا کام سدھارتا اور
نہ قصور کا انسداد ہوتا۔ مگر سب سے بڑھکر جو عجیب بات معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ یہ دونوں
افسر شفیق انقلاب تھے۔ یا اگر ان میں کچھ فرق تھا، تو وہ یہ تھا کہ قصور
نکالنے والا افسر نیک مزاج تھا۔ اور جن امور کا نوکری کی خدمات سے تعلق نہ تھا۔
ان میں یہ دونوں سے بڑھکر خوش مزاج اور ملنسار تھا"۔

"درست اور مناسب کاموں کے دریافت کرنے کی خواہش جسکے ساتھ صادقدلی
کی رضامندی اور خوشنودی ہی ہو۔ ایسی عادات ہیں۔ جو قریباً انسان کی عمر بھر ہر
حالت میں سب سے بڑھکر جہانتک امکان ہے اثر پیدا کرتی ہیں"۔

"اس میں کچھ کلام نہیں کہ یہ باتیں خود اعلے رتبہ کے شخص کے لائق ہیں۔ خواہ یہ
کسی رجمنٹ کا کرنیل ہو۔ کسی جہاز کا کپتان ہو۔ یا کسی خاندان کا بزرگ ہو۔ کیونکہ خوشنودی
صرف کام میں ہے۔ صرف رضامندی کے اظہار ہی سے انسان کو خوشنود
کرنے میں شاید ہی کبھی ناکامی ہوتی ہو۔ اور اس طرح پر یہ خوش و خرم رہنے کا عادی ہو جاتا
ہے۔ اور اسکا دل ہی صرف اسکو ایک عظیم امداد دیتا ہے اس کام کے کرنے میں
جس سے اسی طرح خوشی ان لوگوں کو ہو جو اسکے اردگرد ہیں۔ سپاہی۔ جہازران۔
بچے۔ نوکر یا اور کوئی شخص جنکا انحصار کسی دوسرے پر ہے۔ یا دوست احباب
یا ذی رتبہ شخص اگر ذرا سا ہی تجربہ کرینگے تو انکو معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ لوگ جو اپنا اثر ہم
پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اپنے اہتمام اور انتظام کی تدابیر میں خواہ وہ کیسی ہی ہوں اس
طریق کو بڑا بھاری معاون پائینگے"۔ متابعت کو ترقی دینے اور بچے کے دل میں یہ
مسرت اور خوشگوار خیال پیدا کرنے کے واسطے رضامندی اور خوشنودی کے
اظہار کا طریق سب سے بڑھکر ضروری ہے۔ اپنی خندہ پیشانی سے اپنے بچے
کا دل بڑھاؤ۔ اور اسکو اس کے فرض کے ادا کرنے میں مسرور کرو۔ جب یہ سکول سے

واپس آئے۔ اسکے کپڑے صاف ستھرے ہوں۔ اور اسکے چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں ہوں۔ تو مادرانہ شفقت کے اظہار سے اسکو انعام دو۔ اس سے اسکو خبردار اور صاف ستھرا رہنے کی سب سے بڑھکر زبردست ترغیب ملے گی۔ بچہ اکثر بہت کوشش کرتا ہے۔ کہ ایسے کام کرے جس سے اسکے والدین خوش ہوں۔ اور اکثر غمناک آنسو بہاتا ہے۔ جبکہ والدین اسکے خیالات سے ہمدردی نہیں کرتے لگاتار شکایت کرنے اور جھڑکنے سے بہت سی خانگی خوشیاں اور شفیق بچوں کی طبائع برباد اور تباہ ہوجاتی ہیں۔ بعض لوگوں کو قصور نکالنے کی ایسی عادت ہوجاتی ہے۔ کہ انکی فطرت میں یہ بات اسی طرح پیوست ہوجاتی ہے جیسے کہ سانس کا آنا جانا کسی امر سے یہ خوش نہیں ہوتے۔ ہر کام میں اور ہر موقعہ پر یہ کسی ایسی چیز کے متلاشی ہوتے ہیں۔ جس سے یہ اپنی ناراضگی کا اظہار کریں۔ زہریلے سے زہریلے سانپ کی طرح یہ نہایت ہی پسندیدہ برکتوں سے بھی زہر جذب کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔ بچے زیادہ تر ہمدردی کے مخلوق ہیں۔ انکے چال چلن ان لوگوں کے چال چلن پر وضع ہوتے ہیں جو انکے اردگرد رہتے ہیں۔ اور جو نیکیاں کہ ہم انکے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں وہ خود پہلے ہم کو اپنے سینے میں پیدا کرنی چاہئیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ انکے دل میں نیک۔ حلیم اور شفیقانہ خیالات پیدا ہوں۔ تو ہم کو پہلے خود اپنی تمثیل سے انکو یہ دکھلانا چاہئے کہ ایسے خیالات کیسے بے بہا ہوتے ہیں۔

۵۔ وہمی خوف پیدا کرکے انکو کبھی سزا مت دو۔ وہم کے عالمگیر دبا میں کچھ نہ کچھ ہر شخص مبتلا ہے۔ شاید ہی کوئی شخص بہ مشکل مہذب یا غیر مہذب ایسا ملے جو کم و بیش ان نامعقول خطروں کے زیر اثر نہ ہو۔ اس بارے میں خود انسان کی فطرت ہی میں ضعیف الاعتقادی ہے۔ بھوت پلید کی کہانی اسقدر دلچسپی سے سُنی جاتی ہے۔ جسقدر دلچسپی سے شاید ہی کوئی اور بات سُنی جاتی ہو۔ جن لوگوں کے ہاتھ میں بچوں کی غور و پرداخت ہوتی ہے۔ وہ اکثر اس کو کام میں لاتے ہیں۔ اور ایسی کہانیاں سنا کر انکا دل بہلانا یا انکو خوف دلاکر انکو تربیت کرنا چاہتے ہیں۔ یقیناً کچھ ضرورت نہیں

"امتیاز کیوں؟"

کہ ہم ایسے معیوب طریق کی نامناسبت پر کوئی دلیل پیش کریں۔ یا یہ دکھلائیں کہ اسکا نتیجہ کیسا مضر ہوتا ہے۔ بہت ہی کم والدین ایسے ہیں۔ جو اس احتیاط اور خبرداری کو عمل میں لاتے ہوں جس سے یہ دوسروں کو روک دیں تاکہ وہ اپنے بچوں کے دلوں میں ایسے اوہام کو جگہ نہ دینے پائیں۔ کسقدر کثرت سے ہمکو ایسے لوگ ملتے ہیں جن پر تمام عمر وہی خراب اثر پایا جاتا ہے جو اس طرح بچپن میں انپر ڈالا جاتا ہے۔ یہ اثر ان کے واسطے ایک اصلی مصیبت بنجاتا ہے۔ لہذا دل کو ایسی مضرتوں سے بچانے کے واسطے بہت خبرداری اور احتیاط کی ضرورت ہے ۔

ایک طریقہ سزا دینے کا ایسا ہے جو اکثر عمل میں آتا ہے اور جو کہ بہت ہی مضر اور معیوب ہے یعنی بچہ کسی کوٹھری یا اندھیری جگہ میں بند کر دیا جاتا ہے۔ اور اس طور پر تاریکی میں اسکے دل میں خوفناک خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسکا اثر بعض اوقات ایسا زبردست پڑتا ہے کہ بمشکل ہی کسی بچے کو کسی اندھیری جگہ جانے کی ترغیب دی جاسکتی ہے۔ اور بعض اوقات تو یہاں تک ہوتا ہے کہ جب بچہ بستر پر لیٹتا ہے تو اگر روشنی نہ ہو تو تنہائی میں اسکو خوف آتا ہے مگر بچوں کو دن اور رات دونوں اوقات میں بے خوف بنانا کچھ مشکل نہیں۔ اور تم کو بہت سے ایسے بچے مل سکتے ہیں جنکو رات کو اندھیرے میں گھر میں جاتے ہوئے کبھی خوف کا خیال تک نہیں ہو سکتا۔ اگر تم اپنے بچہ میں ایسی تقویت پیدا کرنی چاہتے ہو تو یہ ضروری ہے کہ تم انکو بھوت پلید کے خوف سے بچاؤ۔ اور ہرگز کبھی انکو خیالی باتوں سے نہ ڈراؤ۔ اپنے بچوں کو ایسا پرورش کرو کہ یہ بیکھٹکے اور بے خوف نکلیں۔ اخلاقی دلیری نیکی کے سب سے بڑھکر محافظ ہے ۔

ایک انگریزی مصنف دو خوفناک مثالیں اُن خوفناک نتائج کے بیان کرتا ہے جو اس قسم کے خوف دلانے سے پیدا ہوئے تھے :-

(۱) فلیڈلفیا[1] میں ایک بچہ کو اچھی طرح جانتا تھا جو نہایت خوبصورت۔ ہوشیار

[1] امریکہ میں دوسرے درجہ کا شہر ہے۔ نہایت خوبصورت اور صوبہ پنسلوینیا میں واقع ہے

اور عقیل تہا۔ مگر افسوس کہ یہ مدت العمر کے واسطے مخبوط الحواس ہو گیا کیونکہ ابہی تین سال ہی کا تہا کہ ایک خادمہ سے خوف دلا کر خاموش کرنے کی غرض سے ایک اندہیری کوٹہری میں بند کر دیا تہا۔ اس کم عقل عورت نے پہلے اسے خوف دلایا کہ یہ ایک بڑی جگہ اسے بہید ے گی۔ اور آخرکار اسے خاموش کرنے کے واسطے اسے کوٹہری میں ڈالدیا۔ دروازہ بند کر دیا اور آپ باہر چلی گئی۔ تہوڑی دیر بعد جب واپس آئی تو لڑکے کو اس نے ایک سخت مرض کے دورے میں مبتلا دیکہا اور گو اس سے اسے نجات مل گئی مگر مدت العمر کے واسطے مخبوط الحواس ہو گیا۔ جب والدین جو کسی جگہ خوشی کی تقریب میں دو رات دن کے واسطے گئے ہوئے تہے واپس آئے تو ان سے صرف یہ کہا گیا کہ لڑکا بیمار ہو گیا تہا۔ مگر اسکی وجہ نہ بتلائی گئی۔ یہہ خادمہ ہمسایہ ہی میں رہتی تہی جب دس سال کے بعد اپنے بستر مرگ پر جاں بلب ہوئی تو اسنے بچے کی والدہ کو بلایا اور اس سے معافی مانگی۔ اس بارے میں اس خادمہ اور والدین کا ایک جیسا ہی قصور تہا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جب انہوں نے اس خادمہ سے اسکے مرنے دم حقیقت سنی تو انہوں نے اپنے آپ کو اپنی غفلت پر سخت ملامت کی ایسی اور اسی قسم کی حرکتوں سے ہزارہا معصوم بچے اپنے ہوش وحواس سے محروم ہو گئے ہیں۔

بہت عرصہ نہیں گزرا کہ ہم نے اخباروں میں ایک لڑکے کی موت کی خبر پڑہی تہی جو اسی طرح خوف زدہ ہو کر جان سے گزر گیا تہا۔ والدین شام کو ایک جگہ ضیافت کی تقریب میں گئے ہوئے تہے۔ گہر میں نوکروں نے بہی جلسہ کیا اور خوشی منائی والدہ کو اتفاقیہ گہر پر آنا پڑا تو جب وہ یہاں پہنچی تو اسنے نیچے کی منزل کو نوکروں سے بہرا ہوا پایا۔ یہ فوراً اپنے بچہ کو دیکہنے کے واسطے اوپر چڑہ گئی۔ یہ بچہ کوئی دو تین سال کا تہا۔ اسنے اسکو دیکہا کہ آنکہیں کہلی ہوئی ہیں اور لیٹا ہوا ہے۔ مگر اسکو ہاتھ لگانے پر معلوم ہوا کہ یہ بالکل بے جان تہا۔ ڈاکٹر فوراً بلایا گیا مگر کچھ فایدہ نہ ہوا۔ کام ختم ہو چکا تہا خادمہ نے اسکی وجہ سے بالکل لاعلمی ظاہر کی۔ مگر جو لوگ آکر جمع ہوئے تہے ان میں سے ایک

نے دیکھا۔ کہ پلنگ کے ایک پردے پر ایک خوفناک گڑیا بنی ہوئی لٹکتی تھی! اسپر کم بخت نوکر نے اقبال کیا کہ یہ حرکت اسنے اس واسطے کی تھی کہ لڑکا خاموش اور چپ چاپ رہے چنانچہ یہ گڑیا اسطرح لٹکا کر یہ نیچے نوکروں کے ساتھ خوشی منانے چلے گئے تھے۔ جب ہم اس جانکنی اور تکلیف پر خیال کرتے ہیں جو اس ننھی سی جان کو پہنچی ہوگی۔ قبل اسکے کہ خوف سے اسکی جان عزیز اس سے رخصت ہوئی تو ہم کو اسقدر کافی زبردست الفاظ نہیں ملتے کہ ہم اس نفرت کو ظاہر کریں جو ہمارے دل میں اس جرم کے مرتکب کے لئے پیدا ہوگئی ہے۔ اور یہ جرم کیا تھا؟ واقعی ایک بیرحمانہ قتل تھا۔ اور یہ جرم قانون کی دسترس سے باہر تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اب بھی ایسا ہے کیونکہ قانون نے کوئی رعایت اُن جرائم کی سزا کے واسطے نہیں رکھی ہے۔ جو خاصکر سخت ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ قانون نے بلحاظ فطرت انسانی یہ قیاس کرلیا ہے کہ ایسے جرائم ناممکن ہیں"*

میں نے اس باب میں نہایت ہی عام اور بڑے بڑے قصوروں کا ذکر کیا ہے جو تعلیم میں ہیں۔ بہرحال ان سب کا تفصیلوار بیان نہیں ہوسکتا۔ شفیق والدہ کو ہمیشہ احتیاط اور خبرداری کی نظر سے ہروقت دیکھتے رہنا چاہیے اور اسکو خود اپنے افعال کے اثر بھی مشاہدہ کرنے چاہئیں۔ اسکو نہایت احتیاط سے ہرایک چھوٹا سا نقص اور خفیف سی غلطی کو تلاش کرنا چاہیے۔ ہمکو چاہیئے کہ خود سوچیں اور مشاہدہ کریں یہ امید کرنا بالکل فضول اور لچر ہے کہ بغیر کوشش کے ہم کسی بیش قیمت بات میں ترقی کرینگے۔ دوسروں کے خیالات عام اصولوں کے مقرر کرنے کے واسطے امداده ہوسکتے ہیں۔ اور اس نے خود ہمارے خیالات میں گرمجوشی اور ہماری وفاداری اور استقلال میں تحریک پیدا ہوسکتی ہے مگر پھر بھی جب تک ہم خود نہ سوچیں۔ اپنے بچونکی طبائع غور و خوض سے نہ دیکھیں اور مختلف اغراض کے اثر نہ دیکھتے رہیں جو ہم انکے دل کے سامنے پیش کرتے ہیں تو بہت سے قصور ہماری نظروں سے چوک جائینگے۔ اور ہم بہت سے اُن فوائد کو ضائع کردینگے جو ہم دوسری حالت میں حاصل کرسکتے تھے*

باب ششم

دینی تعلیم

ا۔ بچوں کو ایک جگہ جمع کرکے دینی تعلیم دینے میں بہت کامیابی ہوئی ہے۔ مگر کسی طرح
بھی گھر میں بچے کو دینی تعلیم دینے کی ضرورت نظر انداز کرنے کے قابل نہیں معلوم ہوتی۔
خود ماؤں کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو جمع کریں۔ اور انکو دینی تعلیم دینا اپنا فرض اعلےٰ سمجھیں۔
جب والدہ اپنے بچوں کے ساتھ ملکر خدائے ذوالجلال کی عبادت کریگی۔ تو اسکو خود ایک
طور کی مسرت اور لطف حاصل ہوگا۔ اور اسطرح اسکے بچے بھی اپنے خالق کی عبادت
کرنے کے عادی ہوجائینگے۔ لیکن والدہ کے واسطے سب سے بڑھکر یہ ضروری ہے۔
کہ وہ اس کو اپنی سب سے بڑھکر ایک ذمہ داری سمجھے۔ اسطرح بچوں کو دینی تعلیم دینے
سے بہت سے نیک نتائج ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ یہ صالح۔ نیکوکار اور شریف بنگئے۔
ہیں۔ اور پھر یہ خوبیاں مدت العمر تک انکے ساتھ رہی ہیں۔ اور گویں انکے ساتھ ہی دفن
ہوئی ہیں۔ لیکن پھر بھی ایک خطرہ ہے کہ مبادا والدین جب لڑکا استاد سے تعلیم لے
تو یہ سمجھ لیں کہ یہ ذمہ داری اب ان سے منتقل ہوکر استاد کو مل گئی ہے۔ اور اب
انکا صرف یہ فرض رہ گیا ہے کہ انکو روزمرہ باقاعدہ استاد کے پاس بھیجدیں۔ اور
انپر اسقدر تنبیہ کریں کہ یہ اپنا روزمرہ کا سبق اچھی طرح یاد کرلیا کریں یہ امر سب سے
بڑھکر ضروری ہے کہ گھر سب سے زیادہ دینی درسگاہ اولاد کے واسطے ہونا چاہئے
والدہ کو لازم ہے کہ راہ حق میں اپنے بچوں کی رہنما بنے اسکو چاہئے کہ اپنے بچوں کا
ہاتھ پکڑکر انکو دینداری اور نیکبختی اور حق پرستی کی راہ پر چلائے۔

ممکن نہیں کہ کسی شخص کا اولاد پر اسقدر اثر ہوسکے جسقدر کہ والدہ کا ہوتا ہے اور اسکو
اسقدر آسانی حاصل ہو جسقدر کہ والدہ کو ہوتی ہے۔ یہ اپنے بچوں کے مختلف مزاجوں
کو جانتی ہے۔ اور یہ انکے خیالات عادات اور دل کے اطوار سے اچھی طرح واقف
ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ انکی ضروریات کے مطابق انکو تعلیم دے سکتی ہے

یہی صرف ان بیشمار موقعوں کو پیدا کر سکتی ہے۔ جن سے دل تعلیم قبول کرنے کے
واسطے کھل جاتا ہے۔ اور مذہبی تعلیم کے اثروں سے موثر ہونے کے قابل بنجاتا ہے
جب بچے بیمار ہوتے ہیں یا کسی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یہ ہمیشہ انکے پاس رہتی
ہے۔ یہ صبح تڑکے کی خاموشی اور شام کے سنسان سمے سے فایدہ اٹھا سکتی ہے
غم والم کے لمحوں میں یہ انکے سامنے اس سے اعلےٰ دوسری دنیا کی نہایت دلکش
تصویر کھینچ سکتی ہے۔ اور انکو زیادہ طمانیت بخش شادمانیوں اور مسرتوں کی ترغیب
دے سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے والدہ کو وہ عمدہ فوائد تفویض کئے ہیں جو کسی کو حاصل
نہیں۔ مگر ان فوائد کے ساتھ ہی اس قادر مطلق نے وہ ذمہ واریاں منسلک کر دی
ہیں جو کبھی نہ علیحدہ ہو سکتی ہیں اور نہ دوسرے پر منتقل ہو سکتی ہیں۔ والدین
کو لازم ہے کہ گھر ہی میں مذہبی تعلیم کا سب سے بڑھکر اعلےٰ فرض وفاداری سے پورا
کریں۔ مادرانہ شفقت سب سے بڑھکر فصیح خطاب ہے۔ اور فرمانبردار بچہ دینی تعلیم سے
بہت کچھ موثر ہو سکتا ہے۔ والدہ کو اس فرض کا جیسا کہ حق ہے خیال رکھنا چاہئے۔
اور پھر یہ اپنے بچوں کو کبھی خداوند تعالےٰ کی رحمتوں اور فضل وکرم سے محروم نہ دیکھے گی۔

۲۔ والدین کو خود عبادت کا سب سے بڑھکر صادق خیال ہونا چاہئے۔ اس میں
کچھ کلام نہیں کہ تمہاری یہ امید فضول اور لچر ہے کہ تمہاری اولاد کے دل میں خدا کا خیال
پیدا ہو جبکہ خود تم اس ناپایدار دنیا کے دہندوں میں پھنسے ہوئے ہو اور خدا سے غافل
ہو۔ تمہاری تمثیل تمہاری تعلیم کے تمام اثر کو زایل کر دے گی۔ جب تک خود تمہارے
دل میں دینداری نہ ہو۔ یہ احمق پن ہے کہ تم اپنے بچوں کے دلوں پر دینداری کے
اصول نقش کرنے کی کوشش کرو۔ یہ تمہاری تمثیل کی پیروی کرینگے۔ کیونکہ انکو تمہاری
رہنمائی پر سراسر اعتماد ہے۔ وہ چھوٹا سا معصوم جو خداوند تعالیٰ نے تمکو عطا کیا ہے
اور جو تمہاری الفت اور شفقت سے اسقدر خوش ہے۔ اُن خیالات کو اپنے دل میں
جگہ دینے سے سلامتی اور آسایش کی امید کرتا ہے جو تم میں یہ پاتا ہے۔ اور اے
بچوں کی ماں کیا تو اپنے اس بچے کو نہ دیکھے گی جو تجھپر اعتماد کلی رکھتا ہے۔ اور اسکے تمام

پیار اور محبت کو مشاہدہ کریگی۔ اور تجھکو اس امر سے مطلع ہونے پر رنج والم نہ ہوگا۔ کہ تیری تمثیل اسکو خداوند تعالیٰ سے دور لیجارہی ہے اور اسکو دائمی رنج و غم کے حوالے کر رہی ہے ؟

تم اپنے بچے پر پیار کرتے ہو۔ تمہارا بچہ تم سے محبت کرتا ہے۔ اور کبھی اسکی خواب میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی کہ تم اسکے اعتماد کو خراب اور برباد کر رہی ہو۔ اسکو کسقدر صدمہ پہنچے گا جب اس سے یہ کہا جائے۔ کہ اسکی والدہ ہی ایسی سنگدل اور بیرحم ہے جو اسکی ابدی خوشی و خرمی کو نیست و نابود کر رہی ہے ! تم دنیا میں آئے ہو مگر تم نے اپنا دل خدا کی یاد میں نہیں لگایا۔ تم کو اس طرح اپنی ہی روح کو تباہ کرکے صبر نہیں آیا بلکہ تم اپنے اس بچے کو بھی غم و الم اور حسرت کی دنیا میں لے چلیں جو تم کو اپنی والدہ اور بہی خواہ سمجھکر محبت کرتا ہے۔ آہ ! اس میں اسقدر سنگدلی اور بیرحمی کوٹ کوٹ کر بھری ہے جسکا بیان نہیں ہو سکتا۔ انسان خیال کریگا کہ تمہارے بچے کے ایک تبسم سے تمہاری آسائش اور امن میں خلل پڑجائیگا۔ محبت کا ہر ایک ثبوت جو تمہارا بچہ دیگا تمہارے دل کو زخمی کردیگا۔ اور افسوس اور پشیمانی سے آدھی آدھی رات کو تم چونک پڑوگی۔ اور ہر گھڑی تمہارے واسطے تلخ بنجائیگی۔ جو شخص کسی کے بدن کا قاتل ہو وہ نفس لوامہ کی لعن وطعن کو بمشکل ہی شاید برداشت کرسکے مگر اے لامذہب والدہ ! تو روح کی قاتل ہے ! اور کس کی روح کی قاتل ؟ اپنے پیارے بچے کی جو تجھکو معتمد سمجھتا ہے۔ اس سے بڑھکر صاف گوئی ہم اس مضمون پر نہیں کرسکتے۔ ہم بچوں کی اُن لاجواب غلطیوں کے شاکی ہیں جو ایک والدہ کے تبسم اور بوسوں کی دھوکہ دہی سے لاحق ہوتی ہیں۔ شیطان نے تو صرف حضرت آدم ہی کو بہشت بریں سے نکالا تھا۔ مگر یہاں ہم ایک والدہ کو دیکھتے ہیں جو بچے کو۔ کس کے بچے کو ؟ اپنے بچے کو۔ خداوند تعالیٰ اور امن و آسایش سے دور کرکے دنیاوی بدنظمی اور سزا کے طوفانوں میں لیجا رہی ہے۔ وہ چھوٹا بچہ جو تمہارے قدم بقدم چلتا ہے ابد کا وارث ہے۔ اسکو تمام آیندہ سالوں کا عرصہ طے کرنا ہوگا۔ اسکو قبر کے مصایب

سے نکلنا ہوگا۔ اسکو پھر روحانی ہستی حاصل ہوگی۔ خواہ یہ فرشتہ بنکر نور میں پرواز کرتا پھرے
خواہ شیطان بنکر تاریکی میں ٹکریں مارتا پھرے۔ تو اے والدہ۔ اس کی رہنما ہے
تو خواہ اسکو بہشت برین کی نعمتوں تک پہنچائے۔ خواہ دوزخ کا گندہ بنائے۔ اگر تم بلا
افسوس اور پشیمانی گناہ کئے جاؤگے یقینی بات ہے کہ تمہارا بچہ تمہارے ساتھ ساتھ جائیگا

ہم نے سنا ہے کہ ایک دفعہ ایک بچے نے جو بستر مرگ پر جان بلب تھا اپنی آنکھ
اٹھائی اور اپنے والدین کیطرف نہایت سخت رنج والم میں تلخ کامی سے کہنے لگا:۔
"ہائے میرے والدین۔ تم نے کبھی مجھ سے موت کا ذکر نہ کیا اور نہ مجھکو اسکے لئے تیاری کرنے
کی ترغیب دی۔ اور اب ڈاڑھیں مار کر رونے لگا: میں مر رہا ہوں اور میری روح برباد
ہونی ہے" یہ مر گیا۔ اور مر کیا گیا تاریکی اور ظلمت میں بس اسکا آفتاب غروب ہوگیا۔
اب اُن والدین کے کیا خیالات ہونگے؟ کس جان کنی سے انکے سینے شق ہوگئے ہونگے!
کسطرح انکی آنکھوں کے سامنے انکے برباد اور تباہ شدہ بچہ کی شکل تمام دن پھرتی رہتی ہوگی
اور رات کو نیند میں انکو دق کرتی ہوگی! مگر یاد رکھو کہ پھر تم اپنے بچے سے ملوگے۔ صور کی آواز تم
کو خداوند تعالیٰ کی میزان عدالت کے سامنے لیجاکر کھڑا کریگی اب ہمارے واسطے کسقدر
ناممکن ہے کہ ہم تمہارے وہ خیالات بیان کریں جو اوسوقت ہونگے!

موت کے بعد انصاف ہے۔ اور انصاف کے بعد ابد۔ اگر تم اپنے بچے کو ابد تک
کے واسطے خراب اور برباد کرنے والے ہو تو تم کو اسکی لعن وطعن بھی برداشت کرنی ضروری
ہے۔ کبھی یہ خیال مت کرو کہ تم کسی اور راہ پر چلو۔ اور تمہاری اولاد کسی اور راہ
پر چلے۔ تم کو صرف یہی نہیں چاہئے۔ کہ اپنے بچے کو آسمان کا راستہ بتلادو۔ بلکہ خود اسکا
ہاتھ پکڑ کر اسے اس راہ پر لیچلو۔ سب سے پہلی بات جو والدہ کے کرنے کی ہے یہ ہے
کہ یہ اپنا دل خدا تعالیٰ کیطرف لگائے۔ خود تم دیندار بنو۔ اور پھر امید کرو کہ خدا تمہاری کوششوں
کو ایسا بابرکت کریگا کہ تمہاری اولاد خدا تعالیٰ کے حضور میں جانے کے قابل ہوجائے۔

ہم ہر ایک والدہ سے ملتجی ہیں جو ان صفحوں کو پڑھتی ہے۔ کہ جیسی یہ اپنی خوشی اور خرمی اور
نیز اپنی اولاد کی شادمانی کی قدر و قیمت کرتی ہے۔ اسے چاہئے کہ فی الفور اپنا دل خدا

کی طرف لگائے۔ خدا ہر وقت تیار ہے کہ جب تم دعا مانگو یہ تم کو ضروری امداد دے جتنی دیر تم اس فرض سے غافل رہتے ہیں لگاتے ہوتی ہو تو تم اپنی اولاد کو خدا سے دور لیجاتے ہو۔ اور اسکی واپسی کی امید کو بالکل ناممکن اور مشکل بناتے ہو۔

۱۰۔ سچا مذہب بہت ہی مسرت بخش ہے۔ تقوے کے بغیر کوئی اصلی خوشی نہیں حاصل ہو سکتی۔ مذہب کا مقصد یہ ہے کہ ہم کو یہاں اور وہاں یعنی دونوں جہانوں میں خوش و خرم رکھے۔ بہت سے والدین اس بارے میں غلطی کرتے ہیں۔ یہ قانون شرع سے بہت کچھ ڈرتے ہیں۔ غمگین اور متاسف چہرہ بناکر گفتگو کرتے ہیں اور اسطرح مذہب بچے کے واسطے ایک ناگوار مضمون بنجاتا ہے۔ اور اسکو یہ خوشی و خرمی کا برباد کنندہ سمجھتا ہے۔ خدا کا خیال خوف و خطر کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے۔ بہت سے والدین اپنی آخری عمر میں اس طریق کی نامنصفی سے مطلع ہو گئے ہیں جسکو انہوں نے اس بارے میں اختیار کیا تھا۔ انہوں نے مذہب کے خیالات ایسے غمناک چہرے بناکر اور ایسی دردناک لہجہ میں ظاہر کئے تھے کہ یہ مضمون ایک غیر ضروری تکلیف اور مصیبت بن گیا تھا۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم دوسری حالت میں بھی غلطی کر سکتے ہیں۔ ہمکو چاہئے کہ گناہ کی اصلیت۔ خدا کا انصاف۔ اسکے قانون کے خلاف ورزی کی سزا اچھی طرح بچے کے دل پر نقش کر دیں۔ بچہ کو یہ سکھلانا چاہئے کہ یہ خدا تعالیٰ کو ایسا سمجھے۔ کہ وہ اپنی مخلوق سے محبت ضرور کرتا ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے گناہوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اگر ہم بچہ سے صرف خدا کے اس فضل و کرم ہی کا ذکر کریں جو شب و روز ہمکو عطا کرتا ہے۔ تو خدا کا ایک غلط خیال اسکے ذہن نشین ہو جائیگا۔ ہم کو خوف ہے کہ بہت سے اپنے آپ کو یہ سمجھکر دھوکا دیتے ہیں کہ خدا سے یہ محبت کرتے ہیں۔ انکے دل میں خدا کا صرف ایک شاعرانہ خیال ہوتا ہے۔ کہ وہ شفیق اور رحیم ہے۔ اور اُس میں سراسر محبت اور شفقت ہی بھری ہے۔ خدا تعالیٰ نے جسطرح اپنے آپ کو اپنی قدرت میں ظاہر کیا ہے اسی طرح ہمکو اسے ظاہر کرنا چاہئے۔ خدا رحیم اور عادل ہے

وہ کریم بھی ہے اور قہار بھی ہے۔ ہمکو چاہئے کہ اس سے سب سے بڑھکر دلی محبت کریں اور نیز اسکی تقدیس اور اس سے خوف بھی کریں۔ لہذا بچہ کو اچھی طرح یہ سمجھا دینا چاہئے۔ کہ گناہ کی سزا ملے بغیر نہیں رہ سکتی۔ مگر یہ بھی اسکے ذہن نشین کر دینا چاہئے کہ انصاف خدا تعالی کا ایک عجیب کام ہے۔ معتولی طور پر اسکے فضل و کرم کا ذکر کرو۔ بچہ کو سمجھاؤ کہ وہ معاف بھی بہت جلد کر دیتا ہے۔ آسمانی مسرتوں کا ذکر کرکے بچہ کو شکرگذار ہونے کی ترغیب دو۔ اور اسطرح مذہبی فرائض خوشی و خرمی کے خیالات اور شادمانی سے منسلک کر دو۔ اور بچہ کو یہ سمجھاؤ کہ غم و الم تکلیف اور معصیت نافرمانی بدکاری اور بے دینی سے منسلک ہے۔ خدا تعالی نے جس شادمانی کے عطا کرنے کا آسمان میں وعدہ کیا ہے وہ اسقدر کافی ہے کہ بچے کے خیالات میں جان پیدا کر دے۔ یہ مضمون اسقدر بچے کے دل کو خوش کرتا ہے کہ اور کوئی نہیں کرتا۔ شکرگذاری اس میں پیدا کرو۔ اسکی ڈھارس بندھاؤ۔ اور جن مسرتوں اور شادمانیوں کا خدا تعالی نے وعدہ کیا ہے انکا اسکے سامنے ذکر کرو۔ اس طرح سے تم کو امید کرنی چاہئے کہ خدا تعالی کی رحمتوں کے شامل حال ہونے سے تم اپنے بچہ کے دل میں خدا تعالی کی محبت پیدا کر دوگے اور اسکو آسمانی زندگی بسر کرنے کے قابل بناؤگے۔ تاکہ توشیع کے خوفوں کو سنجیدہ موقعوں کے واسطے رہنے دو۔ تاکہ انکا اثر بچوں کے دلوں پر بہت بڑھکر پڑے۔ اگر تم بار بار اور لگاتار یہی مضمون بیان کئے جاؤگے تو اسکا دل ایسا سخت ہو جائیگا کہ اسکا اثر نہ قبول کریگا۔ مذہب اسکو ناگوار معلوم ہونے لگے گا۔ اور گناہ اسکے دل میں مستحکم ہو جائیگا۔

۴۔ مناسب موقعوں کو مہیا کرو۔ ہم سب جانتے ہیں کہ بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ضمیر منیر و میں اثر قبول کرنے کی خاص قابلیت اور میلان ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایسے موقعے ناگہانی وجوہات سے پیش آجاتے ہیں کہ ایک دن تو ایک شخص کے دل میں خدا تعالی کی عبادت کرنے کے لئے بڑی سرگرمی اور جوش ہوتا ہے۔ اور خدا تعالی کے خیال سے اسکے دل میں اسقدر مسرت ہوتی ہے۔ جب اور یہ دوسرے روز

حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر بے فایدہ۔ وہ شخص ہی جسکا دل دنیاوی دھندوں
میں پھنسا ہے۔ ایک روز اس جہان کی شادمانیوں سے ہر طرح مطمئن ہو جاتا ہے
دنیا اسکو خوشگوار معلوم ہوتی ہے۔ اسکا دل امید سے پُر ہوتا ہے۔ اور نئی قوت اور
نئی ڈھارس سے یہ اپنا دل دنیاوی کاروبار میں مصروف کرتا ہے۔ مگر دوسرے دن
اسکو اپنی تمام امیدیں خواب وخیال نظر آتے ہیں۔ اپنی شادمانیوں کی بے ثباتی اسکو
معلوم ہوتی ہے۔ اسکی روح غمناک ہوتی ہے۔ اور یہ قریباً دل میں مستحکم ارادہ ٹھان
لیتا ہے کہ اب یہ ایکا دیندار بنجائیگا۔ ان تغیرات سے ہم سب قریباً واقف ہیں۔
بعض اوقات توانکی وجوہات خارجی معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات ہم ان کا
تجسس بھی کرتے ہیں مگر کامیابی نہیں ہوتی۔

والدہ کو ہمیشہ ایسے موقع پیدا کرنے کے واسطے خبردار رہنا چاہئے۔ جب یہ اپنے
بچہ کو غیر معمولی حالت کے مزاج میں دیکھے۔ اسکا چہرہ غمناک اور خیالات اسکے
پست ہوں۔ تو اسکو چاہئے کہ صدق دل سے خدا سے دعا مانگے۔ اور تمام مادرانہ محبت
سے اپنے بچہ کو خدا کے سامنے بیجانے کے واسطے تیار کرے۔ جب دل ایسی حالت
میں ہوتا ہے۔ تو اسوقت یہ دینی تعلیم کے واسطے تیار ہوتا ہے۔ بچہ کو اسوقت ہم
سمجھا سکتے ہیں۔ کہ دینداری کے علاوہ اور تمام مسرتیں کسقدر بے ثبات ہیں۔ اور پھر
دنیا کی محبت جو اسکے دل میں ہوتی ہے وہ متزلزل ہو جاتی ہے۔ آہ یہ امر کیسا مسرت
بخش ہے کہ جس بچے کے خیالات میں اسطرح تزلزل پیدا ہو جائے اسوقت اسکے
سامنے مذہب کی خوشیاں بیان کی جائیں۔ اسکے دل پر ایسا اثر پڑے کہ اسکی آنکھوں
میں آنسو ڈبڈبا آئیں اور اسکا سینہ اس شرط جوش سے پھولنے لگے۔ جو اس میں
پیدا ہو رہا ہے۔ اگر دنیا میں خوشی ہے تو بس ایسے ہی نظارے میں ہے۔ وہ خوش
وخرم والدہ جو اسطرح اپنے بچے کو خدا کیطرف لیجا رہی ہے۔ ایک ایسی شادمانی
اور خوشی کا حظ اٹھاتی ہے جس سے دنیا بے خبر ہے ایسے موقعے اکثر آتے ہیں۔ اور
والدہ کو ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے۔ کہ اسکا دل خدا کی محبت سے پُر رہے تاکہ ایسی

گھڑی میں یہ اپنے سینہ کی گرمجوشی محبت اپنے بچے کو دے سکے۔
خاصکر ایسے موقعے اکثر آتے ہیں جو بچے کے خیالات کو خدا تعالیٰ کیطرف پھیرنے کے واسطے ہر طرح مناسب اور موزون ہوتے ہیں۔ ہمارے خیالات میں ان نظاروں کے مطابق تغیر ہوتی رہتی ہے جو ہمارے اردگرد ہوتے ہیں کسی اندھیری اور طوفان والی رات میں تم اپنے بچے کو اسکے کمرے میں لیجاتی ہو۔ مینہ موسلادھار برس رہا ہے۔ اور بوندیں زور شور سے دریچہ کے دروازے پر پڑ رہی ہیں۔ ہوا سنسائیں سنسائیں کر رہی ہے۔ اور کمرہ کے باہر اندھیرا گھُپ چھایا ہوا ہے۔
اس طوفان کا اس میں شک نہیں کہ بچے کے دلپر بہت بڑا اثر پڑیگا۔ اب تم اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں اور خدا تعالیٰ کا سبق اپنے بچے کو سکھلاتی ہو۔ تم کہتی ہو۔ "برخوردار۔ یہ خدا تعالیٰ ہے۔ جو ہوا چلاتا ہے۔ اور پانی برساتا ہے۔ نہ تو میں اور نہ تمہارا باپ یہ کر سکتے ہیں۔ کہ طوفان اور بارش کو روک دیں یا اسکو زیادہ کریں خدا میں اتنی قدرت ہے کہ وہ اسوقت اس ہوا کو اس زور سے چلائے کہ سب دریچے ٹوٹ جائیں اور مکان تباہ اور برباد ہوجائے۔ لیکن برخوردار اگر تم خدا سے التجا کرو تو وہ تمہاری خبرداری کریگا۔ اسکے سوا کوئی تمہاری خبرداری نہیں کر سکتا۔ مجھکو امید ہے کہ تم خدا سے دعا مانگو گے کہ وہ تمہاری۔ میری اور تمہاری والد کی حفاظت کرے۔ جب خدا حکم دیگا طوفان ختم ہوجائیگا۔ بادل منتشر ہوجائینگے۔ سب طرح امن ہوجائیگا اور منوّر چاند اور چمکتے ہوئے ستارے آسمان پر پھر روشن ہوجائینگے "۔
غرض اسی طور پر بچہ کو خدا پر توکل کرنا سکھایا جا سکتا ہے۔ اسکے دلپر اس کے خالق کی عظمت کا ایک زبردست اثر ڈالنے میں کبھی ناکامی نہیں ہو سکتی۔ تم اس سے کہہ سکتے ہو۔ کہ خدا قادر مطلق ہے۔ مگر اسکا اثر بہت ہی خفیف اور کمزور ہوگا لیکن اگر خدا کی قدرت کا کوئی واقعی اظہار اسے دکھلاؤ۔ تو اسکی توجہ میں وہ جگہ پکڑیگا اور اسکے دلپر صداقت نقش ہوجائیگی۔ جب والدہ کمرے سے جاتی ہے۔ اور بچہ تنہا تاریکی میں رہجاتا ہے۔ اور بادل کی گرج سنتا ہے تو کیا اسکا دل وسیع نہ

ہو گا۔ اور اسکے خالق کی عظمت اور جلال کے نئے خیالات اس میں جگہ نہ پکڑینگے؟ کیا یہہ نہ سمجھے گا کہ خدا کو ناراض کرنے میں خطرہ ہے؟ اور اگر اسکو صحیح طور پر خدا پر توکل اور بھروسہ کرنا سکھلایا گیا ہے تو اس طوفان اور تاریکی سے اسکے دل کی برقراری اور اطمینان میں ذرا بھی فرق نہ آئیگا۔ یہ ضرور سمجھیگا کہ چونکہ خدا جیسا محافظ اسکے ساتھ ہے پس اسے کسی چیز سے خوف نہ کرنا چاہئے۔ اسی طرح کے بعض موقعوں پر ایسا اثر پڑ سکتا ہے۔ جو شاید کبھی فراموش نہ ہو سکے۔ ایسے خیالات تم کسی بچہ میں ہرگز پیدا نہیں کر سکتے جب تک کہ اسکی قابلیت کو زیادہ نہ کرو لہذا ایسے خیالات کا سامان اسکے واسطے مہیا کرلو اس سے غور کراؤ۔ اور اسکی نیکبختی کو ترقی دو۔ معمولی مذہبی گفتگو سے بڑھکر جو گھنٹوں تک کیجائے۔ اس قسم کے فوری واقعہ کا اثر بہت بڑھکر پڑتا ہے۔

منجملہ اور فرائض کے ایک فرض سب سے بڑھکر والدہ کا یہ ہے کہ ایسے موقعوں کو دیکھتی رہے اور احتیاط اور خبرداری سے انکو پیدا کرے۔ جو والدہ اپنے بچوں کی بھلا خواہ ہے۔ اسکو بیشمار موقع ایسے ملیں گے۔ جنپر یہ اس قابل ہوگی کہ فوراً اپنے بچے کے دلپر جو چاہے نقش کر سکے۔ تمہاری بیٹی بیمار ہوتی ہے۔ بیچاری بخار میں بے چین پڑی ہوئی ہے۔ تم اسکی خدمت کرتی ہو۔ اور یہ سنتی ہے کہ تم خدا سے اسکی صحت اور تندرستی کی دعا مانگ رہی ہو۔ آخرکار بخار اتر جاتا ہے۔ یہ سوکر اٹھتی ہے۔ اور تکلیف اور مصیبت سے اسکو رہائی ملجاتی ہے۔ اب تم اس سے کہتی ہو کہ اگر خدا اپنا فضل نہ کرتا تو اسکی بیماری یہاں تک بڑھتی کہ یہ مرجاتی۔ اور اسطرح خدا کے ایک فضل و کرم کیطرف اسکی توجہ مبذول کر کے جسکو یہ دیکھ سکتی اور کرسکتی ہے تم اسکے دل میں سچی شکرگزاری پیدا کر سکتی ہو۔ اور ساتھ ہی اسکے تم اسکو اصلی عزم و الم کے حوالے بھی کر سکتی ہو۔ تاکہ یہ اپنے خالق اکبر کی نافرمانی نہ کرے۔

پڑوسی کا ایک بچہ مرجاتا ہے۔ تمہاری بیٹی جنازے پر تمہارے ہمراہ جاتی ہے۔ یہ اسکے جنازے کو دیکھتی ہے۔ جسپر اسکا بیجان ہیولی پڑا ہے۔ تو اب کیا اسکا ہاتھ پکڑ کر ہاتھ سے جلانے دیگی۔ یا اسکی بیٹی موت کے معنے سمجھانے کے

واسطے بہت مناسب اور کافی ہے۔ جب شام کو تمہاری بیٹی سونے لگے گی۔
اسکو اس میں کچھ شک نہیں کہ اپنے متوفی ہجولی کا خیال آئیگا۔ جب تم اس سے
اس ابدی دنیا کا ذکر کروگی۔ جہاں اسکا ہجولی گیا ہے۔ خدا تعالی کے حضور اور اس
شادمانی با غم و الم کے سبب کا حال اسے سناؤگی جس میں اسکا ہجولی رہیگا۔
توکیا اسکے ننھے سے دلپر اسکا اثر نہ پڑیگا؟ اور کیا ہمدردی کے آنسو اسکی آنکھوں
میں نہ ڈبڈبا آئینگے؟ اور جب تم اپنی بیٹی سے کہوگی کہ اسے بھی ایک نہ ایک دن
مرنا ہے۔ اپنے دوست اور عزیز و اقارب کو چھوڑنا ہے۔ خدا کے سامنے جانا ہے
تاکہ اسکا انصاف کیا جائے۔ اور ابدی ہستی میں رہنا ہے۔ توکیا اس دن کے
واقعہ کا اصل اور سچا اثر اس لڑکی کی طبیعت پر نہ پڑیگا۔ جو عرصے تک باقی رہیگا۔
اور تمہارے بیٹے کا کچھ فایدہ نہ ہوگا؟ بہت ہی کم بچے ایسے ہیں جو ایسے بیان
سنکر موثر نہ ہوں۔ اگر کوئی شخص خدا سے ملتجی ہو۔ تو وہ اوس پر
اپنا فضل کرنے کو بہ نسبت اس کے زیادہ مستعد ہے۔ کہ ایک والدہ
اپنے بھوکے بیٹے کو روٹی دینے کیلئے تو وہ ضرور ان کوششوں کے ساتھ اپنی برکتیں
شامل کریگا۔

ایک والد ایک دفعہ اپنے چھوٹے لڑکے کو اسکے ایک ہجولی بھائی کی قبر پر لے
گیا جو چند روز ہوئے تھے کہ فوت ہوا تھا۔ چند لمحہ تک یہ لڑکی غمناک اور چپ
چاپ اسکی قبر کو دیکھتی رہی۔ اور پھر سر اٹھاکر باپ سے پوچھا:۔ "ابا جان یہ میرے
بھائی کی قبر ہے۔ جواب زندہ نہیں ہوگا!" یہ چھوٹا بچہ اس قبر میں
پڑا ہے۔ مگر اس کے والدین آنسو بہاکر خوش ہوتے ہیں کہ اسکی روح
بہشت میں ہے۔ غرض ایسے موقع پر بچوں کو لیجانے اور ایسے نظارے انکے
سامنے پیش کرنے سے ہم نہایت کامیابی سے دینداری کے سبق کے ذہن نشین
کرنے کی امید کرسکتے ہیں۔ معمولی گفتگو کی اگر جلدیں کی جلدیں بچوں کے سامنے ختم
کیجائیں تو اس سے کئی گنا بڑھکر ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات سے دینداری

بچے کے دلپر نقش ہوتی ہے ۔

فرض کرو تم اپنے بچے کے ساتھ گھوڑا گاڑی پر سوار جارہی ہو ۔ گرمی کا موسم اور صبح کا سہانا وقت ہے ۔ تمہارے سامنے سبز کھیت لہلہا رہے ہیں ۔ اور پرند اپنے گیت خوش الحانی سے گا رہے ہیں ۔ اور ہر طرف سے قدرت کی صناعی اور دانائی کی آوازیں آرہی ہیں ۔ تم کسی بلند مقام پر چڑھ گئی ہو ۔ جہاں سے ارد گرد کے مختلف دلفریب نظارے اچھی طرح نظر آرہے ہیں ۔ کیا تم اسوقت اس میں کامیاب ہو گے کہ اپنے بچے کا دل ان دلفریب نظاروں اور پھر ان سے خدا کی طرف رجوع کرو جسکے حکم سے یہ سب باتیں ظہور پذیر ہوئیں ؟ اور کیا اسطرح تم نہایت مؤثر طریق سے اسکے خیالات آسمان کیطرف نہیں لیجا سکتیں ؟ کیا ایسے موقع پر ایک والدہ یا والد کی زبان اس فصاحت سے بچہ کے دلپر اثر نہیں کر سکتی جو معبدوں اور درس گاہوں میں بالکل معدوم ہے ؟

مسرت اور خوشی سے ایسے موقع مہیا کرنے سے تم بچہ کے دلپر ایک ایسا اثر پیدا کر سکتے ہو جو آیندہ کبھی زائل نہ ہو ۔ تم زندگی کے سدا تغیر پذیر حالات سے عبادت کے خیالات ایسے منسلک کر سکتے ہو کہ روزمرہ کے واقعات ہی سے بچہ کا دل خدا کی طرف پھر جائیگا ۔ طوفان کا زور شور ۔ بیماری کی گھڑی ۔ مردے کا جنازہ ایسی چیزیں ہیں جنکو دیکھکر بعد میں اُسکو فوراً اپنی والدہ کی تربیت اور دعا یاد آجائیگی ۔ اسکے بعد اگر اتفاقاً تمہارا بیٹا کسی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہو یا سمندر پر ہو ۔ اسکا دل بے اختیار اس صانع حقیقی کیطرف مائل ہو جائیگا ۔ جو بحر و بر پر حکومت کرتا ہے اور پہاڑ جسکی صنعت ہیں ۔ ایسے موقعوں پر جیتیں دل پر ایسا زندہ اور مستحکم اثر پیدا ہو سکتا ہے ۔ خدا کی نسبت جو خیالات ہوں بہشتی خیالات سے منسلک کرنے کی کوشش کرو ۔

میں خود کبھی وہ اثر نہ بھولونگا جو خود میرے دلپر ایک بہت سادی کیفیت سے پیدا ہوا تھا اور وہ اثر ایسا تھا کہ بلحاظ معمولی اسباب کے میں کسی اور طرح

اسکو ایک گھنٹہ بھی یاد نہ رکھ سکتا۔ جس اصول پر ہم فی الحال غور کر رہے ہیں اس کی سب سے عمدہ توضیح یہ کرتا ہے۔ میں ذاتی تجربہ سے کہتا ہوں ۔۔۔ کہ اس سے وہ ضد دور ہوگئی تھی۔ جو میرے دل میں تھی۔ اپنے عین عالم طفلی میں ایک دن میرے والد نے مجھکو ایک چھوٹی سی گیند دی جسپر چمڑہ چڑھا تھا۔ اور جو کہ معمولی کھیلنے کی گیندوں کی طرح تھا۔ ایک روز ہفتہ کی صبح کو میں مدرسہ میں اس سے کھیل رہا تھا کہ یہ چہار دیواری سے باہر جا پڑی اور گم ہوگئی۔ ہم ایک عرصے تک اس کو لاحاصل تلاش کرتے رہے۔ میرے واسطے گیند کا ضایع ہونا ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک شخص کے واسطے اسکی آدہی دولت کا گم ہو جانا۔ میں گھر گیا اور والدہ کے سامنے اپنا دلی رنج و الم سب بیان کیا۔ اس نے میری تسلی و تشفی کرنے کی کوشش کی مگر مجھکو یاد نہیں کہ اسکا کیا اثر ہوا۔ رات کے وقت میں نے اپنے غم و الم میں خدا سے دعا مانگی۔ دوسرے روز تعطیل تھی اس روز صبح سے لیکر شام تک میں دینیات کی کتابیں پڑھتا رہا اور معمول سے زیادہ مجھکو خوشی حاصل ہوئی۔ دوسرے روز جب میں مدرسہ جا رہا تھا تمام راہ میں میرا خیال اُسی گیند کی جانب لگا رہا جب میں مدرسہ میں پہنچا۔ اتفاقیہ چہار دیواری پر چڑھکر میں نے پاس کے کھیت میں نگاہ ماری اور جس جگہ پہلے دن ہم سب بیفایدہ گیند کی تلاش کرتے رہے تھے۔ وہاں پہلے ہی پہل جس چیز پر میری نگاہ پڑی۔ وہ میری گیند تھی جیسا کہ بچوں کا قاعدہ ہے مجھکو اس پر انتہا خوشی و خرمی حاصل ہوئی۔ دوپہر کو نہایت خوشی خوشی گھر دوڑتا ہوا والدہ کے پاس گیا اور یہ سمجھکر کہ یہ بھی میری خوشی میں شریک ہوگی اسکو تمام ماجرے سے اطلاع دی اسنے میرے ساتھ بہت ہمدردی کی اور کہا۔ "بیٹا تم جانتے ہو کہ کل تم دینیات کی کتابیں پڑھتے رہے تھے اور خدا کا خیال تم کو سارا دن رہا تھا۔ اور باوجود اسکے کہ تمہارا گیند گم ہوگئی تھی کل تم خوش و خرم بھی رہے تھے اور اب گیند بھی تم کو مل گئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر تم خوشحال اور شادمان اور اقبالمند ہونا چاہتے ہو۔ تم کو خدا سے لو لگانی چاہیئے۔ اب ہم یہاں یہ نہیں پوچھنا چاہتے کہ

آیا یہ ماجرا خاص طور پر سچا ہے۔ لیکن علی العموم یہ صحیح ہے مگر پھر بھی بہت سے اسپر شک کرینگے۔ لیکن اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جس طور پر والدہ نے مجھہ سے گفتگو کی۔ یہ میرے دلپر اسقدر مستحکم نقش ہوگئی کہ ہرگز محو نہیں ہوسکی۔ میری اس عمر کے تمام اور واقعات میری یاد سے اتر گئے ہیں مگر یہ اب تک تازہ ہے اور مدت العمر تک تازہ رہیگا۔ اسی کے باعث میں خدا کی عبادت کا اکثر بہت پابند رہا ہوں۔ اور اسوقت میرے دلپر اسکا اثر معلوم ہورہا ہے۔ خداوند تعالی اور اسکے ساتھہ ہی اسکی عبادت کا خیال اسقدر مجھہ میں سرایت کرگیا ہے۔ کہ جب وقت آتا ہے بے اختیار مجھہ کو یہ یاد آجاتا ہے۔ غالباً ہر ایک ناظر اپنے دل میں ایسے واقعات یاد کرسکتا ہے جنکا بہت ہی اثر اسکے دل پر پڑا ہو۔ اگر والدہ ایسے موقعے مہیا کرنے کی خواہاں اور کوشاں رہیگی۔ تو اس طور پہ یہ مذہب کو ایک ناگوار اور ناپسندیدہ مضمون نہ ہونے دیگی۔

شاید ہی بمشکل دنیا میں کوئی ایسا شخص دینداری کا مخالف اور ابدی زندگی سے بے خبر ہو جو کبھی نہ کبھی مذہبی گفتگو نہ سنے۔ ایک دیندار شخص ایک بار ایک جہاز پر سوار تھا ایک لڑکا اس جہاز پر نوکر تھا۔ اور بار بار اسکی بدزبانی اور بیہودہ کلامی اس شخص کے کان میں آتی اور اسکا دل دکھتا۔ اس دیندار شخص نے ارادہ کیا کہ کوئی موقع ملے تو یہ اس سے گفتگو کرے۔ یہ موقع تاکتا رہا چنانچہ ایک روز شام کو یہ شخص تختہ جہاز پر ایک رسی کا گٹھا اپنے سر کے نیچے رکھے اور کپڑوں میں لپٹا پڑا ہوا تھا۔ اور عجائبات بحر اور اسکے حسن قدرت کو دیکھہ کر محظوظ ہو رہا تھا۔ ہوا چل رہی تھی جس سے طبیعت کو مسرت اور روح کو تفریح حاصل ہوتی تھی۔ سمندر لہریں مار رہا تھا۔ اور چاند کی روشنی کا عکس ان میں جھلملا رہا تھا۔ ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں قدرت کی قندیلیں لٹک رہی تھیں انکی روشنی میں ایک بادل بھی حائل نہ تھا۔ یہ لڑکا اس شخص کے پاس ہی کھڑا ہوا ایک رسی درست کررہا تھا۔ پہلے ان دونوں میں کسی معمولی مضمون پر گفتگو ہوئی۔ پھر

اس شخص نے نہایت آسانی سے اس لڑکے کی توجہ ستاروں کیطرف مبذول کی۔ علم ہیئت کے چند دلچسپ نکتے جو وقت اس شخص نے بیان کئے اس لڑکے کا اشتیاق اور تعجب دمبدم بڑھتا گیا۔ اور اسطرح اسکا دل آسمان کے راستے پر ڈال دیا گیا۔

جس وقت یہ شخص اس لڑکے کو وہ مسرتیں اور شادمانیاں سنانے لگا جو خداوند تعالیٰ نے نیکبختوں کے واسطے دوسری دنیا میں رکھی ہیں۔ لڑکا بار بار ٹکٹکی باندھے ہوئے ستاروں کو دیکھتا رہا۔

اس نے دم بخود ہوکر اور اپنے خیالات ضبط کر کے اس شخص کی گفتگو سنی جو اس کے سامنے خدا تعالیٰ کی میزان عدالت کی خوفناک تصویر کھینچ رہا تھا۔ اس اثناء میں اسکا دل اسقدر تیار ہوگیا تھا کہ اسکو صاف صاف اسکے گناہ جتلائے جاتے چنانچہ ایسا کیا گیا اور جو اثر اس شریر لڑکے کے دل پر پڑا وہ باشک وشبہ بہت ہی زبردست تھا مگر اس شخص کو اس امر سے متیقن ہونے کا موقعہ نہ ملا کہ آیا یہ اثر پائیدار رہتا یا نہیں مگر شام کی سنسانی اور خاموشی اور نظارے کے موثر ہونے کی بدولت لڑکی کی تکلیف دہ طبیعت موجودہ وقت کے واسطے اس میں کچھ شک نہیں کہ تنزل ہوگئی تھی۔ اسکے رضامند دل کو دینی تعلیم دی گئی۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بعد میں یہ رات کو اپنی نوکری کے وقت آسمان کیطرف ستاروں کو دیکھے گا اور خدا اسکے دل کا ضرور خیال کریگا۔

والدہ کو اس قسم کے موقعے کسقدر اکثر مل سکتے ہیں۔ اور یہ خود ہی نہایت دلچسپی سے اپنے بچہ کو دینی تعلیم دے سکتی ہے۔ اور اسکا دل نہایت موثر کرسکتی ہے۔

۵۔ نامناسب موقعوں سے احتراز کرو۔ ایسے موقع بھی آتے ہیں جب مذہبی باتوں سے بہت ضرر پہنچتا ہے۔ تمہارا بچہ فرض کرو ناراض ہے۔ اسکے طیش سے سرخ چہرے اور شعلہ آمیز نگاہ سے اسکے دل کا پرگناہ غضب ظاہر ہو رہا

ہے۔ اب کیا، الدہ کو چاہیئے کہ اسوقت اپنے خیالات کی برائی اور خداوند تعالیٰ کی خوشنودی کا بچہ کے سامنے ذکر کرے؟ نہیں۔ یہ حرکت بے وقت ہے۔ اس وقت بچہ سے اس قسم کی گفتگو کرنا ایسا ہے جیسے کسی متوالے نشے میں چور یا دیوانہ سے بات کیجائے۔ اسکو کسی ایسے طریق سے سزا دو جس سے اسکا دل برقرار ہو اور خود یہ اسکی وجہ سے غور وخوض کرے۔ مگر جب تک منتظر رہو جب تک یہ جذبات سرد ہو جائیں۔ اور پھر اسکے عیوب اس سے بیان کرو۔ اور اسکو اسطرح پشیمان کرکے اس سے توبہ کراؤ۔ اسکے بستر کے قریب دوزانو ہو کر کمرے میں چپ چاپ شام کے سنسان سماں میں بیٹھو۔ جب اسکا دل درست ہو۔ جذبات دلائیل پر غالب نہوں۔ اسوقت یہ تمہاری گفتگو سنے گا۔ اور ممکن ہے کہ اسکا دل موم ہو جائے اور آئیندہ کے واسطے تائب ہو۔

خوشگوار تحریکوں سے بچہ بہت کچھ پرجوش ہوجاتا ہے۔ اسکی توجہ اس کے حظ ولطف کی چیز میں اسقدر سر بسر محو ہوتی ہے کہ کسی اور چیز کیطرف اسکے خیالات پھیرنا بالکل ناممکن امر ہے۔ اب اگر ایسی حالت میں تم کوشش کرو کہ اس کے دل پر انسانی شادمانی اور خوشی وخرمی کی بے ثباتی نقش ہوجائے۔ اپنے گناہ اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی ضرورت کا اسے یقین ہو۔ تو تمہاری یہ کوشش صرف بیکار ہی نہ جائیگی۔ بلکہ یہ مضمون ہی اسکو ناگوار گزریگا۔ اور اسکے دل میں اسکی طرف سے نفرت اور حقارت پیدا ہوجائیگی۔ ایسے موقع بھی ہوتے ہیں۔ جب دل نہایت شکرگزاری سے مذہبی تعلیم قبول کرنے کے واسطے تیار ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں کو ترقی دینی چاہیئے۔ علاوہ ازیں بعض موقعے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ دل اسقدر سراسر ایک چیز میں مستغرق ہوتا ہے کہ کوئی اور چیز اسکے سامنے پیش کرنا بالکل بے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر تم مذہب کو ناگوار مضامین میں شامل کرنا اور بچہ کے دل میں اسکی طرف سے دشمنی نفرت اور حقارت پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ تو ایسے موقعوں پر کبھی اس مضمون کو پیش نہ کرو۔

اگر کوئی شکاری کسی جنگل میں جا نکلے۔ اور چلتے چلتے بندوق بھرتا جائے۔ اور بے نشانہ گولیاں چلائے۔ تو اس میں شک نہیں۔ ممکن ہے کہ اتفاقاً کوئی شکار بھی اس طرح اسکے ہاتھ آجائے۔ لیکن نہایت ہی یقینی یہ امر ہے۔ کہ یہ شکار کو بجائے مارنے کے خوف زدہ کر دیگا۔ اسیطرح اگر کوئی والدہ اندھادھند اور بے سوچے سمجھے اپنی گرم جوشی میں آکر لگاتار ہمیشہ بے موقع باتیں کرتی رہے۔ تو اتفاقیہ ہی شاید اس کا مقصد بر آئے۔ مگر اکثر یہ ہوگا کہ اس سے مخالفت پیدا ہو جائیگی۔ اور بجائے اسکے کہ بچہ تائب ہوکر خدا و ند تعالیٰ کا فرمانبردار بنے۔ اسکے دل میں بغاوت استحکام پذیر ہوگی ❖

لمبی اور چوڑی اور اُکتا دینے والی گفتگو سے احتراز رکھو۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ کسی بچہ کا دل ایک عرصے تک ایک مضمون پر مبذول رہے اور اُکتا نہ جائے۔ جب بچہ کی طبیعت اُکتانے لگے اسکے بعد اگر ایک لفظ بھی کہا جائیگا تو اس سے بجائے فائدے کے ضرر پہنچیگا۔ اگر والدہ صرف اپنا ہی انصاف کام میں لائے اور خود اپنے ہی مشاہدے سے دانائی اخذ کرے۔ تو اسکو بہت جلد اپنی تربیت کو موافق بنانے کا وہ ملکہ حاصل ہو جائیگا۔ جو سب سے بڑھکر بچہ کے دل کو ترقی دیگا۔ ذاتی غور و پرداخت اور خبرداری اور نگاہداشت پر کسی قاعدے کو ترجیح اور فوقیت حاصل نہیں ہوسکتی ❖

باب ہفتم

بقیہ دینی تعلیم

تم کو لازم ہے کہ اپنے بچہ کے ساتھ خدا کی عبادت کرو۔ اور یہ والدہ کا فرض ہے کہ صرف اولاد ہی سے عبادت نہ کروائے بلکہ انکے ساتھ ملکر خود عبادت کرے تم کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کے واسطے انکے سامنے دعا مانگو۔ انکو یہ دکھلادو کہ تمہاری دلی خواہش یہ ہے کہ یہ گناہ سے بچے رہیں۔ اور خدا کے حضور میں جانے کے

واسطے تیار رہیں۔ جو خیالات کہ والدہ کے دل میں جوشزن ہیں۔ وہ ہمدردی سے کسی قدر بچہ کے دل میں منتقل ہوجاتے ہیں۔ یہ عبادت اور دعا کے نظارے ایسے ہیں۔ جو مدت دراز تک یاد رہتے ہیں۔ اور اگر تمہاری کوششوں اور دعاؤں کا نتیجہ تمہاری اولاد کے اوائل عمری ہی کی دینداری نہ نکلے۔ تاہم یہ نظارے اسکے حافظے پر نقش ہوجائینگے۔ اور کبھی محو نہ ہونگے۔ یہ بعد میں اسکو گناہ میں غرق ہونے سے بچائینگے۔ اور ضمیر ممیزہ انکی امداد سے اسکو باواز بلند تائب اور پشیمان ہونے اور نیکبخت اور نیکوکار بننے کے واسطے کہیگا۔ ایک شخص کا ذکر ہے۔ جو اپنی لیاقت دانائی اور عظمت میں مشہور تھا۔ اور جو کہ بڑا ذی رتبہ اور اعلے حیثیت تھا مگر ساتھ ہی اوباش۔ عیاشی پرلے درجہ کا تھا۔ ایک روز شام کو جب قمارخانے میں اپنے یار دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ غیر معمولی طور پر غمگین اور اندوہناک نظر آیا۔ اسکے دوستوں نے اسکی وجہ اس سے پوچھی۔ اسنے خود ہی کوشش کی کہ بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی ہنسی مذاق سے جس میں یہ کامل مہارت رکھتا تھا۔ اس غم واندوہ کو دور کرے۔ مگر چند لمحہ بعد پھر یہ اسی طرح غمگین اور پژمردہ نظر آنے لگا۔ اور کسی رنج خوض میں مستغرق ہوگیا۔ اسپر اسکے دوستوں نے اس سے اسقدر مذاق کیا اور طعنے دئے کہ بیچارہ سخت لاچار ہوگیا۔ اور آخرکار اسکے ہنسی ٹھٹھوں پر ان سے کہنے لگا۔ "یہی سچ تو یہ ہے کہ بے اختیار مجھکو اپنی والدہ کی وہ دعائیں بار بار یاد آتی ہیں۔ جو وہ میرے ایام طفولیت میں میرے واسطے خدا کی جناب میں مانگا کرتی تھی۔ گو میں اسقدر سن رسیدہ ہوگیا ہوں مگر پھر بھی ایام طفولیت کے اثر جو میرے دل پر ہیں میں انکو مٹا نہیں سکتا۔" اب یہ ایک ایسا شخص تھا جو اعلے درجہ کا تعلیم یافتہ تھا۔ اسکی قابلیت اور لیاقت ایسی فضیلت کے درجہ پر پہنچی ہوئی تھی کہ باوجود اسکے اوباشی اور عیاشی کے اسنے اسکو ذی رتبہ اور عالم بنا یا تھا۔ مگر مدت مدیدہ علمیت نہ غم والم اور تفکرات کا ہجوم اور نہ اوباشی اور بدکاری اسکے دل سے وہ اثر مٹا سکے جو اسکی والدہ کی دعاؤں کا اسپر پڑا تھا۔ اسکی

والدہ کی آہستہ آواز اب ناک اوباشی اور بدکاری کے شور وغل سے بلند ہوکر اسکے کان میں آرہی تھی۔ اسکی متقی اور پرہیزگار اور دیندار والدہ گو فوت ہو چکی تھی۔ مگر اینک گویا وہ اپنے بدکار اور بگڑے فرزند کے کان میں اسکو لعن وطعن کر رہی تھی۔ اس فرض کی ضرورت کے ثابت کرنے کے واسطے ہم بہت سی مثالیں پیش کر سکتے ہیں چنانچہ ذیل کی حکایت بالکل مناسب اور اس موقعہ پر کارآمد ہے اور جس سے ایسی ترغیب ہوتی ہے کہ میں اسکے بیان کرنے سے یہاں پر باز نہیں رہ سکتا۔

چند سال گزرے کہ ایک بہادانس انگلستان سے امریکہ پہنچا۔ اور یہاں ایک شریف آدمی کے نام اپنی فیلاج کا خط بھی لایا۔ یہ نووارد شخص ایک صاحب کمال اور ذی علم تھا۔ مگر پکا بے دین اور لامذہب۔ جس شریف آدمی کے نام یہ سفارش کا خط لایا تھا۔ وہ اسکے برعکس پہلے درجہ کا دیندار۔ متقی۔ پرہیزگار اور حق پرست تھا اس شخص نے نووارد کو اپنے یہاں مہمان رکھا۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکا اسکے ساتھ خوش خلقی اور مہربانی سے پیش آیا۔ شام کے وقت میزبان چونکہ اپنے مہمان کے خیالات سے واقف تھا۔ جب وہ اپنے کنبہ کے ساتھ خدا کی عبادت کرنے لگا اسنے اس سے کہا کہ اگر آپ کی خوشی ہو تو ہمارے سب کے ساتھ عبادت میں شریک ہو جیئے ورنہ دوسرے کمرہ میں اگر مرضی ہو تو چلے جائیے۔ اس نووارد شخص نے اپنی خوشنودی ظاہر کی کہ وہ عبادت میں شریک ہوگا چنانچہ تمام کنبہ نے اس مہمان کے ساتھ مل کر خدا کی عبادت کی۔ چند روز بعد مہمان میزبان سے رخصت ہوکر ایک جہاز پر سوار ہوا اور کسی دوسرے ملک کو سدھارا۔ تین چار سال کے بعد حسن اتفاق سے خدا تعالے اس شخص کو پھر اسکے پرانے میزبان کے گھر لے آیا۔ مگر آہ! اب یہ کیسا متغیر ہوگیا تھا! یہ اس دفعہ پکا دیندار متقی اور پرہیزگار بنکر قدیم میزبان کے گھر آیا۔ شام کے وقت دوران گفتگو میں اسنے بیان کیا کہ پہلی مرتبہ جب یہ آیا تھا اور ان سب کے ساتھ عبادت میں شریک ہوا تھا۔ تو یہ پہلا ہی موقعہ تھا کہ ایک عرصہ دراز کے بعد اس نے اپنے خالق اکبر کے سامنے گردن جھکائی تھی۔ اس امر سے اسکے دل میں وہ پرانی باتیں تا سقدر

شاذونادر ہی کسی والدہ کو حاصل ہوتی ہے۔ اصلی مشکلات جنکو عبور کرنا ہے وہ یہی ہیں کہ
بہت سی مائیں یہ شکایت کرتی ہیں کہ انکے پاس اسقدر کافی وقت نہیں ہے۔ لیکن
وہ والدہ جو اس امر کو جیسا کہ چاہئے ضروری سمجھتی ہے۔ اسکو اسکے پورا کرنے کے
واسطے وقت ملجائیگا۔ خواہ اسکو کوئی اور کام کتنا ہی ضروری ہو جو اسکو اس فرض سے
غافل رکھنے کے واسطے کافی ہو۔ اور یہی طریقہ بچہ سے گناہ کا اقرار کرانے میں کام میں
لانا چاہئے۔ خدا کی رحمتیں اسکو سمجھا کر تم آسانی سے اسے یقین دلا سکتے ہو۔ کہ اسکے
واسطے کہاں تک شکر گزار ہونا کیسا ضروری ہے۔ فرض کرو کہ دن کو اسنے جھوٹ بولا
ہے۔ یا تمہاری نافرمانی کی ہے۔ یا غصہ ہوا ہے اس گناہ کی برائی اُسے جتلادو اور
اسکو سکھلاؤ کہ خدا کے سامنے اپنے گناہ کا اقرار کرے اور اس سے معافی کا خواستگار
ہو۔ بالغرض تمہارا بچہ غضبناک ہے اور اسنے اپنی ہمشیرہ کو مارا۔ قبل اسکے کہ یہ سوجائے
تم اسے اسکا گناہ یاد دلاؤ۔ اور اسے جتلادو کہ خدا کی نظروں میں یہ کسقدر شرارت تھی اور کس
قدر یہ حرکت اُسکی ناراضگی کا موجب ہوئی ہے۔ جب ایسی تربیت ہوگی تو ہر ایک
بچہ معافی مانگنے کا خواہاں ہوگا۔ اور غالباً کوئی ایسی دعا مانگیگا: "اے خدا! میں نے
آج بڑی شرارت کی ہے۔ میں نے اپنی ہمشیرہ کو مارا۔ میں بہت غمگین ہوں۔ اور پھر
کبھی ایسا نہ کرونگا۔ اے خدا مجھکو اپنے فضل و کرم کے طفیل اپنی رحمت سے
معافی دے" جب یہ ہو جائے تو والدہ کو چاہئے کہ خود اسکے پلنگ کے قریب دوزانو
ہوکر اپنے بچے کے گناہ کا اقرار کرائے۔ اور دعا مانگے کہ خدا اسے معاف کرے۔
اور غالباً جس مقصد کے واسطے دعا مانگی جائیگی وہ پورا ہو جائیگا۔ گناہ گار آیندہ اپنے
گناہ سے توبہ کریگا اور پشیمان ہوگا اور خدا اسے معافی عطا کریگا۔ لہذا انہی وجوہات کو
مدنظر رکھکر یہ بہت ضروری ہے کہ بچہ خود اپنے الفاظ میں اپنی زبان سے اپنے خیالات
ظاہر کرے۔ اور محتاط والدہ اپنے بچہ کو اس دنیا میں متابعت سکھلانے اور دوسری
دنیا میں خوش و خرم اور شادمان رکھنے کے لئے اس امر کو نیک آلہ بنا سکتی ہے۔
۵۔ یہ امید رکھو کہ تمہارا بچہ پکا دیندار بنے گا۔ وہ دل جس میں علم و شفقت کا مادہ

پیدا ہو سکتا ہے۔اس قابل ہے کہ تایب ہو اور خدا سے الفت کرے۔اس میں کسی کو شک نہیں کہ اوائل عمری میں بچہ میں دیندار بننے کی پوری پوری قابلیت ہوتی ہے۔اور نہ اس میں کسی کو کلام ہو سکتا ہے کہ اسی زمانہ میں بچے کے دل پر بہت جلد اثر پڑسکتا ہے اور دنیاوی محبت اسکے دل پر ایسی مستحکم نہیں ہوتی کہ اسکا دل آسانی سے خدا تعالیٰ کیطرف نہ پھر سکے۔اور جو امور کہ روزمرہ مشاہدے میں آتے ہیں ان سے بہت ترغیب ملتی ہے۔پانچ اور چھ چھ سال کے بچوں نے خدا کی الفت کی بہت ہی طمانیت بخش ثبوت دئے ہیں۔انہوں نے تکلیف برداشت کی ہے۔اور موت کے سائے میں چلے گئے ہیں۔مگر مذہبی اطمینان اور تسلی کا دامن نہیں چھوڑا۔ایسے واقعات اسقدر بیشمار پیش آئے ہیں کہ انپر یقین نہ کرنے کا عذر قابل سماعت نہیں۔اور تاہم خوف ہے کہ بہت سے والدین اپنی ذمہ واری اچھی طرح نہیں سمجھتے۔اسکے دل میں یہ یقین جاگزین ہوتا ہے کہ انکے بچہ کو پہلے سن بلوغت کو پہنچنا چاہئے پھر یہ خود گناہ سے تایب ہو جائیگا اور خدا تعالیٰ سے محبت کرنے لگے گا۔لیکن وہ والدہ جسکے دل میں ایسے خیالات بیٹھے ہوئے ہیں۔اپنے بچے سے نہایت ہی بیرحمی اور نا انصافی کرنے کی مجرم ہے۔اسکے واسطے یہ امر قریباً ناممکن ہے کہ جب تک سے کامیابی کی امید نہ ہو یہ اپنی کوششوں میں وفادار خبردار اور محتاط رہے۔ہر ایک والدہ کو چاہئے کہ مذہبی تربیت کا فرض جو اسکے بچہ کا اسکے ذمہ ہے اس سے سبکدوش ہو۔اور یہ اعتقاد رہے کہ خدا تعالیٰ اسکی کوششوں میں مدد کریگا۔اور اگر اسکا بچہ ابتدائی عمر ہی سے دینداری کا اظہار نہ کرے۔تو اسے سمجھنا چاہئے کہ قصور خود اسی کا ہے۔بچہ کو بہ نسبت اس شخص کے دیندار بنانا زیادہ آسان ہے جو برسوں تک گناہ میں غرق رہا جسکی عادات مستحکم ہو گئی ہوں۔اور جو کہ ایک عرصہ دراز تک اس ناپائدار دنیا پر دلدادہ اور مفتون رہا ہو۔لہذا تم کو چاہئے کہ اپنے بچہ کو اس عمر میں تربیت کرو اور دیندار بناؤ کہ اسکے دل پر کوئی خیال اس سے پہلے اپنی حالت کا باقی نہ رہ سکے۔اس بارے میں تم کو خفیف سی ہی کوشش کرنی پڑیگی

بچہ اپنی پشیمانی اور توبہ کو آنسو ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں سے اور اندوہناک دل سے
ظاہر کریگا نہ کہ اس روح کی تکلیف سے جس سے وہ شخص توبہ کا اظہار کیا کرتا ہے۔
جو گناہ میں ایک عرصہ دراز تک پھنسا رہا ہے۔

بعض اوقات اسطور پر بہت ضرر ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص دیندار بنتا
ہے تو اسوقت بہت زور دیا جاتا ہے۔ گذشتہ خیالات دیندارانہ چال چلن کے
واسطے بہت ہی غیر یقینی آزمایشیں ہیں۔ لہذا ہم کو سب سے بڑھکر اسکے موجودہ چال
چلن اور اطوار کی تحقیق کرنی چاہئے۔ یعنے آیا اب اسوقت اسکی حالت زندگی مذہبی قواعد
کے مطابق ہے؟ کیا اب اسکے دل پر انکساری۔ توبہ اور شکرگزاری کا اثر پڑا ہے؟ کیا
اب جبانسنے خدا کی فرمانبرداری کا ارادہ کیا ہے وہ مستحکم ہے؟ اگر اسوقت آفتاب
ہمارے سر پر اچھی طرح روشن ہے تو اس امر کی تحقیق کرنا فضول ہے کہ کس وقت
یہ طلوع ہوا۔ بہت سے دیندار ایسے ہیں جنکو وہ زمانہ مطلق یاد نہیں جب ان کی
حالت زندگی میں یہ تغیر واقع ہوا تھا۔ لہذا اس بارے میں بہت فکرمند نہونا چاہئے۔
کیونکہ یہ چنداں ضروری نہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جب تم اپنے بچہ کی توجہ
اس خاص وقت کیطرف مبذول کروگی۔ جب یہ دیندار بنا تھا۔ تو اس امر کا خطرہ
ہے کہ یہ اس گھڑی کے فرضی تجربہ پر بھروسہ کرے بجائے اسکے کہ یہ اپنی دینداری
اور توبہ میں مصروف رہے۔ اور اسی واسطے ہر ایک والدہ کو چاہئے کہ جہاں تک
اسکے امکان میں ہو۔ یہ اپنے بچہ کے دل میں گناہ کے غم کا جوش پیدا کردے اور
اسکو خدا پر توکل کرنا سکھلائے۔ اور جب اسکو معلوم ہو کہ یہ خیالات بچہ کے دل
پر نقش ہوگئے ہیں۔ اور اسکی زندگی کے رہنما بن گئے ہیں۔ تو اسکو دلیری اختیار
کرنی چاہئے۔ اور خدا کا شکرگزار ہونا چاہئے۔ اسکو مادرانہ نگاہداشت سے ہمیشہ
اپنی اولاد کو اغوا سے بچانا چاہئے۔ اور دینداری کے خیال کو اسکے دل میں زیادہ
روشن کرتے رہنا چاہئے۔ خدا تعالی نے یہ ننھی سی جان تمہارے سپرد کی ہے۔
تو پھر کیوں نہ والدہ کو اعتقاد رکھنا چاہئے کہ اسکو اپنی کوششوں میں کامیابی ہوگی؟

کیا خدا نے وعدہ نہیں کیا ہے کہ جو کوئی اس سے درخواست کریگا اور دعا مانگے گا اُسپر یہ اپنی برکتیں نازل کریگا۔ اور وہ برکتیں کہ بجز اسکے اور کسی چیز سے کسی کوشش میں کامیابی نہیں ہو سکتی؟ ہم روزمرہ جب ایسی کوششوں میں کامیابی دیکھتے ہیں۔ کیا ہمکو اسکی ترغیب نہیں ہوتی؟ بس پھر بے اعتقادی کو دل سے نکال دو کیونکہ یہی شک کرنا خدا کے وعدے پر اعتبار نہ کرنا ہے۔ اپنے بچہ کی تربیت کرو۔ اور اسکے واسطے دعا مانگو۔ اور پھر فی الفور برکت ربانی کے منتظر رہو۔ اس طرح اغلب ہے کہ تمہارا دل اپنے بچہ کی اوائل عمری ہی میں دینداری دیکھ کر خرم و شاد ہوگا۔ اور تمہارا شکرگزار بچہ تا بہ زندگی تمہاری عزت اور ادب کریگا۔ اور پھر اپنے پیارے بچے سے تم کو آسمان پر ملکر بہشت بریں کی شادمانی حاصل ہوگی۔ اوروں سے کبھی اپنے بچہ کی دینداری کا تذکرہ نہ کرو۔ اسطرح بہت ہی ضرر پہنچتا ہے۔ بچہ کو دراصل مذہبی کاموں میں بہت دلچسپی حاصل ہوتی ہے۔ اور اسکے دوستوں کو یہ ترغیب دینے کی گنجائش ہے کہ یہ دراصل ایک دیندار بنگیا ہے۔ اب یہ اسکا ذکر دوسروں سے کرتے ہیں۔ اور بہت جلد یہ عام طور پر مشہور ہو جاتا ہے۔ لوگ اسکی تعریف کرتے ہیں۔ اسے پیار کرتے ہیں اور اسکی خوشامد کرتے ہیں۔ اور اس طرح یہ بچہ اغوا کی بھڑکتی ہوئی بھٹی میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ہم اس قسم کی بہت سی دردناک مثالیں دے سکتے ہیں۔

ایک مورخ ایک مشہور انگریز دیندار کا حال لکھتا ہے: "اسکے خیالات کو اکثر اُن بیجا باتوں سے ضرر پہنچا کرتا تھا جو لوگ اسکی موجودگی میں کرتے تھے مگر دراصل یہ انکی ناانصافی اور نادانی تھی۔ اور نہایت ہی افسوس ہے کہ والدین اکثر اس میں کچھ شک نہیں کہ بغیر سوچے سمجھے دوسروں کے سامنے اسطور پر اپنے بچہ کی تعریف کرتے ہیں کہ اسقدر خود بینی۔ خودستائی اور نمود اس میں سرایت کر جاتی ہے۔ جو اسکی سود مندی اور شادمانی کو تمام زندگی کے واسطے سخت ضرر پہنچاتی ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ جب ایسے اغوا کے عمل میں ہم آتے ہیں۔ تو

اصلی انکساری برقرار رہ سکتی ہے۔ اور جس شخص کا مذکورہ مثال میں ذکر ہوا۔ گو خدا تعالیٰ نے اس بچہ کو بچا لیا۔ تاہم شاذ و نادر ہی چند ایسے بچے ہیں جو بلا ضرر رہ سکتے ہیں۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بڑے بڑے متقی اور پرہیزگار اور دیندار وں پر خوشامد کا اثر پڑتا ہے! تو کیا ایک بچہ اس بدی سے بلا ضرر رہ سکتا ہے؟ اگر ہم اس مضمون کو بالتفصیل بیان کریں تو یہ بڑا اور دردناک ہوگا۔ انکساری دینداری کا ایک جزو اعظم ہے۔ جس دم یہ بات دلپر نقش ہو جاتی ہے کہ گناہ سے توبہ کرنا اور خدا سے الفت کرنا کوئی چیز اعلے اور قابل تعریف ہے۔ اسی دم دل میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسی باتیں کہی جاتی ہیں۔ اور ایسے کام کئے جاتے ہیں۔ کہ لوگوں کی توجہ مبذول ہو۔ عبادت کی جاتی ہے۔ اور دینداری کے خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں مگر صرف نمود و تعریف حاصل کرنے کے واسطے اور اس طرح بچہ خراب ہو جاتا ہے۔ لہذا اسکے خیالات کو عوام میں تشہیر نہ کرکے اپنے بچہ کو خراب ہونے سے بچاؤ۔ اپنے دل ہی میں اگھر میں بیٹھکر اس شعلہ پر خوش ہو جو اسکے دل میں تم نے دینداری کا مشتعل کر دیا ہے اپنی حفاظت میں اسکو اصول کا استحکام اور چال چلن کا ثبات سکھلاؤ۔ پھر بتدریج اسکو زیادہ دینداری کے تمام فرائض کا پابند کرو۔ اسکو انکساری سکھلاؤ۔ اسکی طفلانہ مزاجی کو برقرار رکھو۔ اور اس طرح تم ایک تو اسکو منکسر مزاج اور ساتھ ہی خدا کا شفیق اور پیارا بندہ بناؤ گے۔

باب ہشتم

نتائج

ابواب ماسبق میں فرض سے غافل رہنے کے خوفناک نتائج کا اکثر بار بار تذکرہ ہوا ہے۔ اسکو مدنظر رکھ کر بعض والدین ممکن ہے کہ دق اور دل برداشتہ ہو گئے ہوں گے۔ کیونکہ یہ نہایت ہی یقینی امر ہے کہ اولاد کی بدچلنی والدین کو نہایت ہی مصیبت اور تکلیف میں پھنسا دیتی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جب

والدہ وفاداری سے اپنا فرض ادا کریگی تو اسکے نتائج معمولی برکتیں۔ شادمانیاں۔
اور وہ خوشی و خرمی ہونگے جو بہ نسبت زمین کے آسمانی خوشی و خرمی سے بہت
کچھ ملتی جلتی ہے۔ انسان کا دل جو مادرانہ تعلق سے شادمانی حاصل ہوتی ہے
بہ نسبت کسی اور خوشی و خرمی اور شادمانی کے زیادہ زرگوار اور قبول کرتا ہے
کیا والدہ کو اسوقت کچھ خوشی حاصل نہیں ہوتی جب یہ اپنے شیر خوار بچے کو اپنے سینے
سے لگاتی ہے؟ کیا بچہ کے لب پر تبسم دیکھکر کچھ فرحت اور بشاشت حاصل
نہیں ہوتی؟ بلاشک وشبہ نہایت ہی اوائل عمری سے بچہ کی والدہ کو وہ خوشی
حاصل ہوتی ہے جسکو کہ بجز اسکے اور کوئی نہیں جانتا۔ اس بچہ کی عزیز پرداخت
اور نگاہداشت ہی خوشی و خرمی ہے۔ اور جب تم ایام طفولیت کو عبور کر لیتے ہو
تو تمہارے دل میں چستی و چالاکی سر بسر سرایت کر جاتی ہے اور فہم و ذکاوت حاصل
ہوجاتی ہے۔ تو کیا تمہارے دل کے واسطے نئے منبع خوشی و خرمی کے نہیں
کھل جاتے ہیں؟ کیا اپنے بچہ کی ہنسی اور قہقہہ سنکر تمہارا دل بشاش اور مسرور
نہیں ہوتا؟ جب یہ تم کو گرمجوشی سے بوسہ دیتا اور بغلگیر کرتا ہے تو تم کو شادمانی حاصل
نہیں ہوتی؟ کیا تم کو اسوقت کچھ خوشی و خرمی نہیں حاصل ہوتی جب تمہارا بچہ
مسکراتا ہوا تم سے ملنے کو دوڑتا ہے اور اسکا دل محبت سے بھرا ہوتا ہے اور
جب یہ تم کو اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان سے "اماں" سمجھتا ہے؟ جب تم دن بدن اسکی
محبت اور متابعت کے نئے ثبوت دیکھتی ہو۔ اور اسکے چھوٹے سے سینے میں
شیر لقانہ اور فیاضیانہ خیالات بھرے ہوئے پاتی ہو تو تم کو معلوم ہوتا ہے کہ گویا تم کو
تمہاری تمام تکلیف۔ رنج اور مصیبت محنت اور مشقت کا سو گنا اجر مل گیا ہے
چند سال بعد تمہارے تفکرات کا خاتمہ ہوجائیگا۔ تمہارا بچہ سن بلوغت کو پہنچ جائیگا
اور پھر خدا کے فضل و کرم سے جو ہم کو امید ہے کہ وہ ہماری دعاؤں اور کوششوں
سے نازل کریگا۔ ہم اسکو ایک مستحکم اصول اور فیاض اور شفیق و ہنرمند پائینگے۔ پھر
والدین کس قدر گرمجوشی سے اپنے اردگرد اپنے خوشحال اور خوش و خرم کنبہ کو دیکھتے ہیں؟

انکو اپنی کوششوں کا اس طرح دنیاوی اجر ملتا ہے۔ یہ نظارہ کیسا موثر ہے کہ ہم کسی
مسن اور بیوہ والدہ کو اپنے بچہ کے ہاتھ پر سہارا لگئے ہوئے خوش و خرم جاتا ہوا دیکھیں
اور کتنی والدہ ایسی ہیں جنکی ضعیفی کی عمر اپنے بیٹے کی محبت اور الفت اور خدمت سے
خوش و خرم نہیں ہے! کون تمہاری بیماری میں اس بیٹے کیطرح تمہاری خدمت اور
تیمارداری کریگا جسکے سینے میں وہ دینداری کے اصول بھرے ہوئے ہیں جو تم نے
اسکو سکھلائے ہیں؟ اگر کوئی خوشی دنیا میں ضعیفی کے عالم میں انسان کو حاصل ہو سکتی
ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ تم اپنے اردگرد اپنے شکرگزار اولاد کو دیکھو۔ جسقدر روزمرہ
یہ تمہاری عزت اور خدمت کریگی وہ تمہاری محنت اور مشقت کا روزانہ انعام ہوگا
اور جب تمہاری اولاد کی اولاد تمہارے گرد جمع ہوگی۔ اور ادب اور محبت اور
پیار کا اظہار کریگی۔ تو تم کو معلوم ہوگا کہ اس پیار سے گویا دوبارہ جوانی کا عالم تم پر آگیا ہے
جب اور تمام دنیاوی شادمانیوں اور مسرتوں کا شعلہ تمہارے واسطے گل ہوجائیگا۔ تو
تم کو ان ننھی ننھی جانوں سے لامحدود اور بے انتہا خوشی و خرمی حاصل ہوگی۔

لیکن اس سے بھی بڑھکر ایک پر مسرت نظارہ ہے۔ ہم ایک دوسرے سے
آسمان پر پھر ملیں گے۔ کسقدر یہ خیال خوش آیند ہے کہ پھر سارا خاندان کا خاندان اوس
شادمانی اور خوشی کے دنیا میں یکجا ہوگا جہاں غم و الم کا نشان تک نہیں۔ اس مسرت
بخش ہستی سے جب تم اپنے دنیاوی سفر پر نظر ڈالو گے۔ تو تم کو کبھی اپنی اس محنت و
مشقت پر افسوس نہ آئیگا جو تم نے صرف کی تھی۔ اور نہ کسی تکلیف اور مصیبت کا
رنج ہوگا۔ جو تم نے برداشت کی تھی تاکہ تمہاری اولاد کو یہ شادمانی اور خوشی و خرمی نصیب
ہو۔ دنیا میں بہ کثرت ایسے وجوہات ہیں جو والدین کو تربیت اولاد کی ترغیب دینے
کے واسطے کافی ہیں۔ جس وقت تم مادرانہ محبت سے اپنے اردگرد اپنے فرمانبردار
اور پیاری اولاد کو دیکھوگی۔ اسیدم تمہارا خیال آیندہ زندگی کیطرف جائیگا۔ جس میں
اس سے بڑھکر شادمانیاں اور مسرتیں ہیں ⁕

ہمارا بچہ فوت ہوجائے اور ہم قبرستان تک اُسے دفن کرنے جائیں یہ نظارہ

گو کیسا ہی دردناک اور صدمہ دہ ہے۔ لیکن اگر ہم یہ خیال کریں کہ یہ بچہ خدائے ذوالجلال کے حضور میں امن و آسائش سے زندگی بسر کرنے چلا ہے۔ تو بہت کچھ ہمارا غم و الم اور صدمہ کم ہو سکتا ہے۔ یہ بچہ ہم سے پہلے اپنی منزل مقصود کو پہنچ گیا ہے۔ زندگی کے طوفان اور تلاطم سے محفوظ ہو گیا ہے۔ اور ہر ایک غم و الم سے بیفکر اور بری ہو گیا ہے ایک بھلے مانس سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ آیا اسکی کوئی اولاد ضائع ہوئی۔ اسپر اس نے جواب دیا: "نہیں میرے دو بچہ آسمان میں ہیں مگر ضائع کوئی نہیں ہوا۔" دیندار والدین کے نزدیک انکے بچہ کی وفات صرف ایک عارضی جدائی ہے۔ نہ کہ ابدی *

والدہ کا آیندہ نسلوں کی بہبودی پر بہت ہی اثر ہوتا ہے۔ اب تک دنیا کی تواریخ ظلم اور خونریزی سے سراسر بھری ہے۔ جنگ نے اپنے بیشمار غم و رنج منتشر کر دئے ہیں۔ اور مظلوموں کی فریاد برابر آسمان تک پہنچتی رہی ہے۔ اب ہم کو کہاں وہ اثر تلاش کرنا چاہئے جو اس نظارے کو بدل دیگا۔ اور دنیا کو فیاضی۔ اور امن کے ثمروں سے بھر دیگا؟ یہ اثر مذہب ہیں ہے جو والدہ کی زبان سے نہ کہ عوام الناس کی زبان سے ہوتا ہے۔ بہت سی اور قریباً تمام حالتوں میں پہلے چھ سات سال میں انسان کے چال چلن کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اگر بچہ کی تربیت والدہ کے زیر سایہ ہوئی ؟ یہ بدکار اور تکلیف دہ رہا۔ تو اغلب ہے کہ یہ دیوانہ وار نفس پرستی کی آغوش میں دوڑ کر جا بیٹھیگا۔ اس میں شک نہیں کہ اس قاعدے سے چند مستثنا بھی ہیں مگر وہ شاذ و نادر ہی ہیں۔ لیکن اگر اسکے برعکس تمہارا بچہ تمہارے گھر سے خود اختیاری اور خود ضبطی کا عادی ہو کر نکلے۔ تو اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عادت اس میں تا بزندگی رہیگی۔ اگر اسکو یہ سکھلایا گیا ہے کہ دوسروں کی شادمانی کو ترقی دینے کے لئے اپنی خوشی و خرمی قربان کردے۔ تو یہ اس فیاضانہ عشق کو جاری رکھے گا۔ اور اسی سبب سے اسکی عزت ہوگی۔ یہ سودمند ہوگا اور شاد و خرم رہیگا۔ اگر اسکو زندگی کے تمام تعلقات میں مستقل اور دوستانہ رہنا سکھلایا گیا ہے۔ تو اغلب ہے کہ یہ نیکبخت

اور نیکوکار ہو۔ اپنے ہموطنوں کا عزیز اور اپنی نسل کا بھی محسن ہو۔

جب ہماری اس دنیا میں نیکبخت اور حبیب الوطن والدہ پیدا ہو جائیگی۔ تو اس دنیا میں بہت ہی جلد نیکبخت اور حبیب الوطن مرد بھی پیدا ہوجائینگے۔ وہ عورت جو پہلے بے اصول تھی اب خاص طور پر انسان کو راہ راست پر لانے اور اسکی بہبودی اور فلاح میں ترقی کرنے کا ایک دنیاوی آلہ بنجائیگی۔ وہ والدہ جو ذاتی کوشش سے غفلت کرتی ہے۔ اور اپنی اولاد کی چال چلن کے وضع ہونے میں دوسروں کے اثروں پر بھروسہ کرتی ہے بعد از وقت اسے یہ معلوم ہو جائیگا کہ اسنے نہایت مہلک غلطی کی ہے۔ وہ حبیب الوطن جسکو یہ امید ہے کہ مدرسہ۔ کالج اور علم کی عام اشاعت سے قوم میں شادمانی خوشحالی۔ اور نیکوکاری پھیلائیگا۔ گو خاندانی فرض سے غفلت ہی کیوں نہ کیجائے۔ تو اسکو فوراً یہ معلوم ہو جائیگا کہ وہ اوس چشمہ سے آب پاشی کریگا۔ جسکا منبع نیک نہیں ہے۔ بہرحال مادرانہ اثر خدا تعالی کے دست قدرت میں ایک ذریعہ ہونا چاہئے۔ جو ہماری گناہگار نسل کو فرض اور شادمانی کی بادشاہت میں واپس لے آئیگا۔ آہ! کاش والدہ اس ذمہ واری کا بحفاظت خیال رکھے! تو پھر دنیا کی حالت ہی بالکل مختلف ہو جائیگی۔ پھر ہم ایسے ناشاد کنبے اور دل شکستہ والدین کو نہ دیکھیں گے۔ ایک نئی نسل انسان کی زندگی کی جولانگاہ میں قدم رکھے گی۔ اور بیرحمی اور جرم اس جہان سے کوچ کر جائیں گے۔ اے والدہ! اس طاقت پر غور کر جو تیرے خالق اکبر نے تجھ کو تفویض کی ہے۔ تیرے اثر سے بڑھکر اور کوئی دنیاوی اثر نہیں ہے۔ ہماری نسل کی معیشت یا شادمانی کو ترقی دینے کے لئے خانگی تربیت سے بڑھکر کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

شاید کوئی شخص یہ پوچھ بیٹھے "کیا والد کے واسطے کچھ کام کرنے کو نہیں ہے"؟ اس میں کچھ شک نہیں کہ اسکے واسطے زیادہ بلکہ بہت زیادہ کام ہے۔ مگر یہ کتاب صرف والدہ کے دل پر اسکے فرائض نقش کرنے کے واسطے لکھی گئی ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ مبادا جو کچھ اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے یہ کہا جائے کہ خانگی حکومت

کا تمام فرض والدہ ہی کی گردن پر ہے۔ میں یہاں مختصر طور پر بیان کرتا ہوں کہ والد کوئی عذر ایسا پیش نہیں کر سکتا کہ جس سے ذمہ داری میں اسکا حصہ ہونے سے یہ بری سمجھا جائے اسمیں شک نہیں کہ والد اپنے آپکو اس فرض سے بچانے کے واسطے بہت سے عذر پیش کریگا مگر افسوس! یہ اپنی اولاد کو اس تباہی بعد اس غم والم سے نہیں بچا سکتا جو اسکی غفلت کی بدولت عائد ہوگی۔ والد جب قبر میں آرام کرنے جائیگا تو اس خیال سے اسکو نہایت ہی کم اور خفیف تسلی ہوگی کہ یہ اسقدر اپنے کاروبار میں مصروف تھا کہ اسنے اپنی اولاد کو گناہ اور بے عزتی اور ذلت کے حوالے رہنے دیا۔ بھلا اُن فرائض سے بڑھکر اور کون فرائض دنیا میں ہو سکتے ہیں جو ہم پر ہماری اولاد کے واجب ہیں؟ ایک کاروباری آدمی بعض اوقات کہتا ہے کہ اسکے کاروبار کی اسقدر کثرت ہے اور اس میں یہ اسقدر مصروف ہے کہ اسکو مجبوراً اپنی اولاد سے غفلت کرنی پڑتی ہے مگر اب یہ سوال ہوتا ہے کہ اسکی توجہ پر سب سے پہلے کس کا حق ہے۔ اسکی اولاد کا یا اسکے کاروبار کا؟ خدا نے اور کاروبار بھی اسکے سپرد کئے ہیں۔ اور ایک کنبے کا اسکو بزرگ بھی بنایا ہے۔ اور اب خدا کس فرض کو سب سے ضروری سمجھتا ہے؟ اور بہت سی مثالیں ہم پیش کر سکتے ہیں جنہیں لوگوں نے اپنا تمام وقت اپنے نوشت و خواند۔ کتب بینی یا عام کاروبار میں صرف کر دیا ہے اور اپنی اولاد کو ناشاد چھوڑ دیا ہے کہ یہ بلا مزاحمت بدکار اور خراب بنے۔ کسی شخص کو والد بننے کا حق اُس وقت تک حاصل نہیں جب تک کہ یہ اُن فرائض کو پورا نہ کرے جو بہ حیثیت والد ہونے کے اسپر واجب ہیں۔ اور کیا اس سے بڑھکر اسکا وقت مفید اور رسود مند طور پر صرف ہو سکتا ہے کہ یہ اپنی اس اولاد کی تربیت میں اپنا وقت صرف کرے تاکہ جب ہم قبر میں آرام کرتے ہوں تو یہ دنیا کو فائدہ پہنچا رہی ہو؟ کیا پرہیزگار اور متقی اولاد سے بڑھکر یا اسکے برابر ہم کوئی اثر دنیا میں چھوڑ سکتے ہیں؟ کیا ہم دنیا کو اپنی اولاد کی ہوشیار سود مندی اور دینداری سے بڑھکر کوئی عطیہ دے سکتے ہیں؟ آہ! دنیا میں کوئی گناہ اسقدر سخت نہیں ہے اور اس سے اسقدر بربادی اور تباہی نہیں ہوتی جسقدر کہ والدین کی غفلت

سے۔ ان ذمہ واریوں سے دست کش ہونے پر کوئی والد معذور نہیں ہو سکتا۔
پہلا فرض جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے دل کو محبت مشفقت میں
مصروف رکھیں۔ دوسرا یہ کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں جانے کے قابل اپنی اولاد کو
بنائیں۔ تیسرا یہ کہ اپنے ہمسایوں کی روحانی ترقی میں کوشاں ہوں۔ چوتھا یہ کہ
حتے الامکان دنیا کو فایدہ پہنچائیں۔ اور تاہم کسقدر دیندار ایسے ہیں جنہوں نے اپنے
اثر برباد کردئے ہیں۔ اپنے دل کی آسایش تباہ کردی ہے۔ اور دل شکستہ ہو گئے ہیں
اور صرف اسوجہ سے کہ اُنہوں نے اُن فرائض سے غفلت کی جو انکی اولاد کے اُنپر
واجب تھے بہت سے بڑے بڑے مشہور اور بارسوخ آدمیوں کو اس طرح ذلت
اور رنج وغم نصیب ہوا ہے۔ اور اس امر سے مطلع ہونے پر یہ غم والم اور بھی دلخراش
بنجاتا ہے کہ جیسا انہوں نے کیا تھا ویسا بھگت رہے ہیں۔ میں اس والدہ کے دل
کو صدمہ نہیں پہنچایا چاہتا جسکی نگاہ ان صفحوں پر عبور کررہی ہے مگر مجھ سے یہ بھی نہیں
ہوسکتا کہ اس تباہی اور بربادی سے باواز بلند اسے خبردار نہ کروں جو اتبک دنیا پر
نازل ہوئی ہے۔ اور نازل ہورہی ہے۔ صرف اُن وجوہات سے جنپر ہم فی الحال
غور کررہے ہیں۔ ترغیب وتحریص بہت زیادہ موثر ہے۔ کیونکہ وہ آدمی جو علمی شغلوں
میں مصروف ہیں۔ اور جو تفکرات میں گھرے ہوئے ہیں اپنے خانگی فرائض سے غافل
رہتے ہیں مگر یہ امر سودمندی اور شادمانی کے واسطے کیسا بربادکنندہ ہے۔ غریب
ہونا بہت اچھا ہے اور منکسر ہونا بہت ہی اچھا ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ اُن کی اوباشی
اور بدکاری سے زندگی میں ہماری بے عزتی ہو۔ جو ہمکو اپنا والد کہتے ہیں اور روے ہمارے
سر کے نیچے ایک خار دار غم والم کا تکیہ رکھدیں جنکو ہم اپنی اولاد کہتے ہیں۔ ہر ایک
آدمی پر خواہ زندگی میں وہ کسی حیثیت کا ہو۔ اُن فرائض کی پابندی واجب و لازم
ہے جو منجملہ اور فرائض کے جو مقدس اور پاک ہیں اسکی اولاد کے اُسپر واجب ہیں
اگر وہ ان سے غافل رہیگا تو ضرور نتیجہ بد اُسے بھگتنا پڑیگا۔ یہ حنظل کا درخت
لگائیگا اور اسے اسکا پھل کھانا پڑیگا!

ایک اور امر جو میں یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ والدہ کے فرض سے بہت ہی قریبی نسلک ہے۔ والد کو ہمیشہ اپنی اولاد کو سکھلانا چاہیئے کہ یہ اپنی والدہ کی عزت اور ادب کرے۔ اگر والد یہ نہ کریگا۔ تو والدہ کی مشکلات بہت بڑھ جائینگی مگر جہاں شوہر اور خاوند دونوں میں اتفاق رائے ہے۔ وہاں انکی حکومت کو استحکام ہوتا ہے۔ والدہ کی تقدیس اور ادب کرنے میں کوئی بات ایسی ہے جسکا بڑا پُر مسرت اثر دلپر پڑتا ہے۔ اس سے چال چلن عمدہ مہذب اور اعلےٰ درجہ کا نیک بنجاتا ہے اور غارت گر بدکاری سے پوری حفاظت ہوتی ہے۔ لڑکے ہرگز والدہ کی عزت اور ادب نہ کرینگے اگر یہ دیکھیں گے کہ والد خود انکی والدہ سے اچھی طرح الفت سے پیش نہیں آتا۔ تم کو بمشکل ہی کوئی نوجوان ایسا اوباش ملیگا جو بچپن سے اپنی والدہ سے محبت اور اسکا ادب کرنے کا عادی ہو۔ والدہ کی نافرمانی ہی سے عموماً پُر گناہ زندگی کی ابتدا ہوتی ہے۔ اسطرح مادرانہ حکومت سے لاپرواہی کرنے کا راستہ کھل جاتا ہے۔ اور پھر خدا اور بندے دونوں کے قوانین کے خلاف ورزی اور مزاحمت کرنے کی دلیری بہت جلد ترقی پذیر ہوتی ہے۔ بہت سے ناشاد مجرموں نے اپنے پھانسی پر چڑھ کر اپنی پچھلی زندگی پر نظر ڈالی ہے اور انکو معلوم ہوا ہے کہ انکے جرائم کے ابتداء وہ اوائل عمری کا زمانہ تھا جب انہوں نے اپنی والدہ کی حکم عدولی شروع کی تھی اور انہوں نے تسلیم کرلیا ہے اور مان لیا ہے کہ اگر اطاعت پذیر یا فرمانبرداری کے عادی ہوتے۔ تو انکی تمام طرز زندگی اغلب تھا کہ بالکل مختلف ہوتی لہذا سب سے پہلے یہ ضروری ہے۔ کہ کوئی دقیقہ اس امر میں فروگذاشت نہ کرنا چاہیئے کہ والدہ کا اثر لگاتار بچہ کے دلپر تقویت پذیر ہو۔

تعلیم کے مضمون کیطرف نہایت استقلال و غور و خوض سے توجہ کرنی چاہیئے اور تاہم کسقدر والدین اس فرض سے غفلت کرتے ہیں! اس میں کچھ شک نہیں کہ والدین اور بچے کے واسطے اس سے بڑھکر اور کوئی امر ضروری نہیں ہو سکتا کہ گھر میں ایک راست اور صحیح طریقہ حکومت کا ہونا چاہیئے۔ ہر ایک والدہ

اپنی آگاہی کے سامان نہ مہیا ہونے کو تسلیم کرتی ہے۔ مگر بہت سی بے بہا کتابیں کم قیمت کی ہیں جنسے بہت امداد مل سکتی ہے۔ والدہ کو چاہئے کہ اپنے فرائض میں سب سے پہلے اس امر کو اپنا فرض سمجھے کہ جہاں تک اس سے ممکن ہو اس بارے میں آگاہی حاصل کرے۔ بچہ کے دل کو رہنمائی اور موثر کرنے کا علم اس قابل ہے۔ کہ اس میں لاانتہا ترقی ہو سکتی ہے۔ اور ہم اپنی اولاد سے بیوفائی کرینگے اگر دوسروں کے تجربوں کے نتائج سے جو انہوں نے اس بارے میں کئے ہیں مطلع نہ ہوں۔ جب روشنی ہمارے چاروں طرف ہو تو ہم کو اندہیرے میں ٹھوکریں کہانا نہیں چاہئے اس علم میں بہی اور علوم کی طرح ایسے بنیادی اصول ہیں جنکا عمل انسان کے دلپذیر ہوتا ہے۔ اور بہت سی ماؤں نے اسطرح غلطیاں کرکے اپنی اولاد کو بہت ضرر پہنچایا ہے جو نہ پہنچتا اگر یہ ان منبعوں سے آگاہی حاصل کرتیں۔ جو ہر ایک کے واسطے کہلے ہیں ●

اوس والدہ کا غم و رنج کسقدر ہوگا جو اپنی غفلت کے باعث اپنے کنبہ میں ناکام رہی ہے! یہ اپنی برباد اولاد کو دیکہتی ہے اور اپنے آپ پر لعنت کرتی ہے کہ کاش یہ وہ مناسب اور درست طریق اختیار کرتی۔ جو اسکے واسطے باعث شادمانی اور خوشی و خرمی ہوتا اور شاید اولاد بھی اسپر لعن و طعن کرتی ہے۔ اور اپنے تمام جرائم اور کمبختی کو اس کی خراب تربیت سے منسوب کرتی ہے۔ فرض کا علم حاصل ہو سکتا تھا۔ مگر اسنے اسکی تحصیل میں غفلت کی۔ اور اپنی ناقابل عفو نادانی کے باعث اپنی اولاد کو برباد کر بیٹھی۔ ایک شفیق والدہ وفور رنج و الم سے دب جائیگی اگر یہ اپنی نادانی سے کوئی زہریلی دوا اپنے بچہ کو دے بیٹھی ہے۔ اور اب اسوجہ سے اپنے بچہ کو جان توڑتا ہوا دیکہتی ہے۔ لیکن اس اخلاقی تباہی کو دیکھنا کیسا خوفناک ہے۔ جو خود ہماری مجرمانہ نادانی سے لاحق ہوئی ہے! وہ کون ہے جو اس بات کو دیکھنا پسند نہ کریگا کہ اسکا بیٹا یا بیٹی پیدا ہوتے ہی مرجاتے۔ بہ نسبت اسکے کہ یہ اوباشی عیاشی۔ بدکاری اور بدنامی کی کمبختی میں پھنستے؟ اگر ہم اپنی اولاد کو محفوظ رکھنا

چاہتے ہیں تو ہم کو اپنے فرائض کے بارے میں آگاہی حاصل کرنی چاہیئے۔
صرف کتابوں کا پڑھنا ہی بجائے خود کافی نہیں ہے۔ ہمکو اپنے خیالات اور ذاتی مشاہدات کی قوت صرف کرنی چاہیے۔ میں ایک جگہ ایک والدہ کو جانتا تھا جو اپنے بچے کی اوایل عمری کی ترقی کا ایک روزنامچہ لکھا کرتی تھی۔ یہ تربیت کی ضروری باتیں احتیاط سے خیال میں لاتی۔ اور جو انکا اثر اسکے بچہ کے چال چلن پر پڑتا اسکو غور سے مشاہدہ کرتی۔ جسطرح کوی طبیب اپنے مریض پر اپنے نسخہ کے اثر کو خبرگیری اور احتیاط سے مشاہدہ کرتا ہے۔ اس سے بڑھکر احتیاط اور غور سے یہ اُن اخلاقی ادویات اور نسخوں کے اثر کو دیکھتی جو یہ اپنے بچہ کو استعمال کرانی۔ یہ اپنے وسعت پذیر قویٰ اپنے اشفاق اور حلم کی تکمیل اپنی مزاج اور اور ضروری امور پر نہایت غور سے خوض کرتی۔ اور انکو یہ لکھتی جاتی۔ چنانچہ اسطور پر اس والدہ کو نہایت جلد آگاہی ملتی جاتی تھی بہ نسبت اسکے کہ کسی اور طور پر ملتی۔ یہ خود اپنے دل کو آزادانہ تحقیق اور خیال کا عادی بناتی تھی۔ ہر روز اسکو اپنے دلپر مختلف اغراض کا جو اثر ہوتا معلوم ہوجاتا۔ اور اسکے بچہ پر اسکا اثر دن بدن بڑھتا جاتا۔ اب دراصل یہ مادرانہ وفاداری اور بہی خواہی ہے۔ اس سے ظاہر ہورہا ہے کہ والدہ کو اپنی آگاہی کی ضرورت معلوم ہوتی ہے اور یہ اسکے تحصیل کی خواہاں ہے۔ اور اس سے صاف صاف عیان ہے کہ یہ خود اپنی ذہنی کوشش صرف کرنے پر راضی ہے تاکہ یہ اپنے فرائض کے پورا کرنے کے قابل بنے۔
ہر والدہ کو ایسا ہی کوئی طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ اور اسکو بہت جلد بچوں کے دل کی رہنمائی کا علم ہوجائیگا۔ جب پہلے پہل اسکا بچہ غیظ و غضب کا اظہار کرے اسے چاہیئے کہ وہ تدبیر لکھ لے جو یہ اس آتش کے سرد کرنے کے واسطے اختیار کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی وہ کامیابی درج کرے جو اسکو اس کوشش میں حاصل ہوئی ہے۔
میرے خیال میں جو اثر ایسے روزنامچہ کا ہوگا میں ذیل میں اسکا نمونہ درج

کرتا ہوں ۱۰۔ جنوری ۱۸۳۳ء

آج احمد اپنی بہن سے بہت ناراض ہوا۔ اور اسکو دھکا دیدیا۔ بطور سزا کے میں نے امینہ کو تو ایک سیب دیا اور احمد کو کوئی نہیں۔ مگر میں نے دیکھا کہ بجائے اسکے کہ احمد مغلوب ہوتا یہ اپنی بہن سے زیادہ دق ہونے لگا اور اس سے حسد کرنے لگا۔ ۱۵۔ جنوری ۱۸۳۳ء

آج امینہ اپنے بھائی سے بری طرح پیش آئی۔ اب میں نے خیال کیا کہ مجھے اس طریق سے کوئی طریق مختلف اختیار کرنا چاہئے جو میں نے احمد کے بارے میں اختیار کیا تھا۔ چنانچہ ان دونوں کو میں نے اپنے پاس بلا کر کہا: "امینہ جب خدا تم کو ایسے کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ ناراض ہوتا ہے۔ اور اب آج شب کو کسطرح تم خدا سے اپنی حفاظت کرنے کی دعا مانگو گی جب کہ دن کو تم نے اسکی نافرمانی کی ہے؟" اسطرح پر تھوڑی دیر تک اس سے جب میں نے گفتگو کی یہ ڈھاڑیں مار کر رونے لگی اور اسنے اپنے بھائی سے معافی مانگی۔ چنانچہ فوراً یہ دونوں خوش و خرم جا کر کھیلنے کودنے لگے۔ شب کو امینہ نے سونے سے قبل خدا تعالیٰ سے معافی مانگی۔ اور وعدہ کیا کہ یہ پھر کبھی اپنے بھائی سے ناراض نہ ہوگی۔ میں بجز اسکے اب اور کچھ امید نہیں کر سکتی کہ ان دونوں کے دلوں پر اسطرح ایک ایسا اثر پیدا ہو گیا تھا جو جلد ہرگز فراموش نہ ہوگا۔ ۱۸ جنوری ۱۸۳۳ء

آج اتفاق سے احمد سے ایک قیمتی لیمپ ٹوٹ گیا۔ مجھکو خوف ہے کہ اگر میں اسپر الزام لگاؤں تو یہ ناانصافی ہوگی۔ مجھکو چاہئے کہ اپنے خیالات زیادہ قابو اور اختیار میں رکھوں۔ ۲۲۔ جنوری ۱۸۳۳ء

آج امینہ کو غیر معمولی طور پر لباس کا بڑا شوق ہے۔ حال میں گھر میں بہت سے آدمی آئے تھے۔ اور انہوں نے اسکی خوبصورتی کرنے کی بڑی تعریف کی۔ اب مجھکو چاہئے کہ اسے ایسا لباس پہناؤں جس سے لوگ اسکی طرف متوجہ نہ ہوں وعلیٰ ہذا القیاس۔ اگر استقلال سے کوئی ایسا طریق اختیار کیا جائیگا۔ تو اس میں کچھ شک نہیں کہ

تربیت میں بہت سی قابلیت حاصل ہوجائیگی۔ کسی طرح والدہ کو اپنی ہمت اس مضمون پر صرف کرنا چاہئے۔ اسکو اپنے بچہ کے مزاج کی خصوصیات اور تغیرات غور سے دیکھتے رہنا چاہئے۔ اور خود اسنے خیال کر کے تجربہ کرنا چاہئے۔

جب میں یہاں تک لکھ چکا تو ذیل کی تحریر مجھکو ہاتھ لگی۔ چونکہ یہ ایک والدہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی جسنے ایک عرصے تک ان تجاویز پر عمل کیا تھا جو یہاں مندرج کی گئی ہیں۔ اور جو کہ بوجہ وفور غم والم اور تفکرات کے اپنے فرض سے دست کش ہونے کا عذر کرسکتی تھی۔ لہذا میں نہایت خوشی سے اسکو یہاں درج کرتا ہوں۔

شاید بعض والدہ کو پہلے پہل ایسا روزنامچہ صحیح صحیح اور باقاعدہ رکھنا ناممکن معلوم ہوگا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پہلے پہل اسکے واسطے کچھ کوشش درکار ہوگی۔ لیکن اگر اس سے ایک والدہ کو اپنے فرایض کے سرانجام کرنے میں مدد ملے۔ تو وہ کونسی والدہ ہے جو ایسی کوشش کرنے میں تامل کریگی؟ ایسی باقاعدہ تحریر سے بہت سے فوایٔد اور سودمندی کی امید ہوسکتی ہے۔ اور یہ صرف ایک چھوٹی سی کتاب یادداشت ہونی چاہئے۔ تاکہ ایسی ماؤں کی تضییع اوقات نہ ہو۔ جنکو اور خانگی فرائیض بہت سے سرانجام دینے ہیں۔

سب سے پہلا فایٔدہ جو خود والدہ کو پہنچے گا وہ یہ ہوگا کہ اسکو باقاعدہ دماغی کوشش کرنے کی ضرورت معلوم ہوگی۔ ایک نوجوان والدہ کو جو خانگی فرائیض اور تفکرات سے گھری ہوئی ہے پہلے پہل معلوم ہوسکتا ہے کہ اسکے پاس دماغی محنت اور مشقت کے واسطے وقت نہیں ہے۔ لیکن اگر ہر روز دس منٹ بھی اس غرض کے واسطے مخصوص کر دئے جائیں۔ تو اسکو بہت جلد یقین ہوجائیگا کہ ایسا روزنامچہ رکھنے کیوجہ سے اسکے فرائیض اچھی طرح ادا ہوتے ہیں۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ اپنی اولاد کے فرائیض پر یہی یہ کم دلچسپی سے متوجہ نہ ہوگی اور اس قسم کی تربیت سے گو کیسی ہی خفیف سی ہو یہ بتدریج اپنے آپ کو اپنی اولاد کی معلمہ اور رہنما ہونے کے قابل بنا لے گی۔

۲ - والدہ کو جب ایسا روزنامچہ رکھنے کی عادت ہوگی تو یہ اپنے افعال کے اغراض اپنی خانگی حکومت کے اصول - اپنے بچہ کے دل و دماغ اور چال چلن کی تربیت اور اس عادت کو بچہ میں پیدا کرنے پر زیادہ غور و خوض اور نگاہداشت کیا کریگی - جسکی والدہ کو بہت ضرورت ہے اور جسکو عبادت کہتے ہیں ۔

مجھ کو کلی اعتماد ہے کہ اگر والدہ ایسا کریگی - تو یہ اس جماعت کو امداد دیگی اور ساتھ ہی اس سے اسکو امداد ملے گی - جسپر ہماری نظر اپنی قوم کی آیندہ خوشحالی اور بہتری کے واسطے لگی ہوئی ہے اور بہت سی ماؤں کو اپنی اولاد کی تربیت سے اپنے ہاتھ کو قوت اور دل کو بار غم سے سبکدوشی حاصل ہوگی ۔ جو تجویز میری رائے میں قابل عمل ہے وہ ذیل کی تجاویز سے ملتی جلتی ہے :-

۱ - مزاج کی سب سے ابتدائی تکمیل کو دیکھتے رہو - اور اُن سادے تجربوں کے نتائج پر خیال رکھو جو اسکے مغلوب کرنے کے واسطے تم عمل میں لاؤ ۔

۲ - اُن چیزوں کا خیال رکھو جسمیں تمہارے بچہ کو خاصکر دلچسپی حاصل ہوتی ہے اور جو ایسی چیزیں ہوں انسے مذہبی اور اخلاقی سبق جو اسکو سکھلاؤ اسکا طریق درج کرو - اور ایسی کوشش کا اثر اور جو نتیجہ ہو اسکو لکھ لو ۔

۳ - اولاد کو فرمانبردار بنانے کے لیئے جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے اسکو درج کرو - جو مشکلات پیش آئی ہیں وہ اور جسطرح انکو سر کیا وہ طریق بیان کرو ۔

۴ - پہلے پہل جو مذہبی تربیت دیگئی ہے اسکا طریق بیان کرو - اور جس امر سے تمہارے بچہ کے دل میں سب سے بڑھکر زبردست جوش پیدا ہوتا ہے وہ درج کرو ۔

اس طور پر تم بہت سی ڈانواڈول ماؤں کو انکے فرائض کے پورا کرنے میں مدد دو گے - اور کسی تجربہ کے نتیجہ سے جسکو کاغذ پر درج کرنے میں شاید تمہارے دو تین ہی لمحہ صرف ہوتے ہیں - کسی اخبار میں مندرج ہوکر اور تمام ملک میں شائع ہوکر والدہ کے دلوں پر بہت قوی اثر پڑیگا اور وہ اثر موجودہ وقت سے ابد

تک رہیگا اور موجودہ اور آیندہ دونوں نسلوں کے واسطے باعث اقبال مندی اور خوشحالی ہوگا۔ چنانچہ ذیل میں ایک والدہ کے روزنامچہ سے جو اسی قسم کا تہا ایک خلاصہ درج کیا جاتا ہے:۔

ضدی اور سرکش طبیعتوں کے واسطے سب سے زیادہ انصاف سے دانائی۔ استقلال اور مستحکم انتظام کی بچہ کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ اس سے بڑھکر کوئی اور ایسا قصور نہیں ہے کہ جس سے اگر غفلت کیجائے یا اسے تقویت دیجائے۔ تو والدین کے دلپر رنج و غم و الم کا بار لائے جو عمر تک نہ جائے۔ اور اولاد کی تمام عمر ناشادی اور بدبختی میں بسر ہو۔ جسقدر انسان کی عمر بڑہتی ہے یہ بہی بڑہتا ہے اور جسقدر یہ طاقتور ہوتا جاتا ہے اسی قدر اسکو بہی تقویت حاصل ہوتی جاتی ہے۔ تاہم میں نے کئی والدہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:۔ بچہ بڑا ضدی ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور میرے خیال میں یہ ابہی بچہ ہے سمجھہ نہیں سکتا۔ اور بار بار سزا دینے سے اسکا دل سخت ہوجائیگا بچہ کبہی ایسا چہوٹا نہیں ہوسکتا کہ سیکھہ نہ سکے اوسیوقت سے کہ بچہ آواز کا لہجہ پہچاننے اور سمجھنے لگتا ہے۔ اور چہرے کے انداز کو شناخت کرنے لگتا ہے۔ یہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ اسکو اخلاقی سبق سکھلایا جائے۔ یہ بلا شک و شبہ صحیح ہے کہ سزا دیتے وقت احتیاط رکھنی چاہئے کہ یہ اسطرح پر دیجائے کہ اس سے دل ملائم اور مغلوب ہوجائے نہ کہ غضبناک۔ تاہم بچہ کو یہ سکھلانا چاہئے کہ اسے والدین کی فرمانبرداری اور متابعت کرنی واجب ہے۔ بالفرض تمہارا بچہ کسی ایسی چیز سے کہیل رہا ہے جس سے کھیلنے کو تم نے اسے منع کیا ہے۔ تم اس سے نہایت نرمی سے مگر استحکام سے کہتے ہو کہ یہ چیز رکہدے مگر وہ انکار کرتا ہے۔ اگر تم اٹھکر زبردستی اسکے ہاتھ سے چہین لیتے ہو تو بچہ بلبلا اٹھتا ہے۔ یہ ذق اور ناامید ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر بجائے اسکے تم اس چیز کیطرف اشارہ کرکے کہو:۔ اسکو رکہدو۔ اور یہ انکار کرے۔ اور پہر اگر دوبارہ تم چین بجبین ہوکر بارعب آواز میں جہڑک

کر اسے حکم دوگی۔ تو شاید ہی تم کو اسے فرمانبردار بنانے میں کامیابی نہ ہو۔ چنانچہ
جب اسنے چیز رکھدی تم نے اسے مسکرا کر گود میں اٹھالیا۔ اور کسی ایسی چیز سے
اسکا دل بہلایا اور اسے خوش کیا۔ جس سے اسکو دلچسپی حاصل ہوئی۔ اور اب
اسکو یہ سبق کبھی نہ بھولے گا۔ خصوصاً اگر یہ کسی ایسی چیز کو پھر ہاتھ لگانے لگے۔
جس سے منع کیا گیا ہے تو اسکی طرف پھر کر اس سے کہو۔ دیکھو اسکو ہاتھ نہ لگاؤ
ہرگز نہ لگاؤ۔ اور پھر دو تین مرتبہ اسے دہراؤ۔ پھر اسکو کوئی ایسی چیز دو جو اس نکمی
چیز سے ایک طور پر مختلف ہو۔ اور کہو۔ تم اس سے کھیلو۔ اور اس طور پر دس
بارہ مہینہ کا بچہ صاف طور پر متابعت کے سبق سیکھ سکتا ہے۔ اگر یہ تمہارا کہا
ماننے سے انکار کرے۔ تو تھوڑی سی اسکو ایسی سزا دو جس سے اسکو جسمانی
بے آرامی اور درد پہنچے۔ لیکن احتیاط رکھنی چاہئے کہ بعد میں بچے کا دل بہلاؤ۔ اور
تمہارے چہرے سے کسی طرح کے غصہ اور غضب کے آثار نہ نمایاں ہوں
ایک بچہ جو تین برس سے کم عمر کا تھا۔ اپنی سرکش طبیعت کے باعث
بڑا تکلیف دہ اور دق کرنے والا تھا۔ اسکو اس قصور پر بہت سخت سزا دیجاتی
تھی۔ لیکن اوس وقت تک نہیں جب تک کہ اس قصور سے اسکی آیندہ شادمانی
کو بہت سخت نقصان پہنچنے کا خطرہ نہ ہو۔ ایک دفعہ بہت کچھ اسنے ضد کی اور
اب یہی مناسب معلوم ہوا کہ اسکو سزا دیجائے جب سزا مل چکی
تو اسنے کہا کہ اسے اس قصور کے سرزد ہونے کا افسوس مطلق نہ تھا۔ اسکو
کبھی یہ سزا نہ دی گئی تھی کہ اندھیری جگہ بند کر دیا جاتا۔ کیونکہ بہت سے چھوٹے بچوں
کو جب یہ سزا دی گئی تو اسکے نتائج بہت خوفناک پیدا ہوئے۔ مگر اس حالت میں
یہ معلوم ہوا کہ بچے کو اسکا کچھ خوف نہ تھا۔ اور میں نے چاہا کہ دینی تربیت کے متعلق
اسکا اثر معلوم کروں۔ چنانچہ ذیل کا تجربہ میں نے کیا اور جو گفتگو مجھ میں اور اس بچہ
میں ہوئی وہ لفظ بہ لفظ میں مندرج کرتی ہوں:۔
والدہ ۔ مجھ کو بہت افسوس ہے کہ تم اسقدر شریر ہوگئے ہو کہ اب میں تمکو ایک

اندھیری کوٹھری میں بند کرتی ہوں جہاں تم کو کوئی نہ دیکھے۔"

بچہ (نہایت غور سے سوچکر):"میں اپنی شرارت چھوڑتا نہیں۔"

ئیں نے جو کہا تھا وہ کرد کھلایا۔ اور ساتھ ہی اسکے کہا۔"جب تم اپنی شرارت سے توبہ کرو تو مجھکو پکارنا اور میں دروازہ کھول دونگی مگر اب تم کو یہاں چپ چاپ بیٹھنا چاہئے۔ اور کسی چیز کو چھونا نہ چاہئے۔" بچہ کوئی دس منٹ تک بالکل چپ چاپ اور خاموش بیٹھا رہا۔ مگر پھر زور زور سے زنجیر کھڑکانے لگا۔

والدہ:"تم اب اپنی شرارت سے توبہ کرتے ہو؟"

بچہ:"اگر باہر آجاؤں تو کہوں۔"

والدہ:"تو تم دروازہ کس واسطے کھٹکھٹاتے ہو؟"

بچہ:"میں باہر نکلنا چاہتا ہوں۔"

والدہ:"اگر تم اپنی شرارت سے باز آتے ہو اور نیکبخت بنتے ہو تو میں دروازہ کھولتی ہوں۔ مگر تم نے بڑی شرارت کی ہے۔ اور مجھکو دق کیا ہے۔ کیا اب تم نیکبخت ہو؟"

بچہ:"نہیں۔ مجھکو افسوس ہے کہ میں نیکبخت نہیں ہوں۔ میں باہر نکلنا نہیں چاہتا"

والدہ:"مجھکو بہت افسوس ہے۔ کہ بیٹا تم بڑے شریر ہو۔ تم کوٹھری میں ہو۔ جہاں اندھیرا گھپ ہے۔ اور والدہ تم کو نہیں دیکھ سکتی مگر خدا دیکھتا ہے۔ اور وہ تم سے ناراض ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ برخودار تم کچھ سوچو۔ کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ جبکہ تم شریر اور بدمزاج ہو تو تم خدا سے دعا مانگو گے کہ وہ تمہاری حفاظت کرے؟"

وہ اس طرح ایک منٹ تک اور چپ رہا اور پھر مغلوب اور خوشگوار آواز میں کہنے لگا۔ اماجان اب میں نیکبخت ہوں۔" چنانچہ یہ باہر نکلا۔ اور اس طرح کھیل کود میں مصروف ہوگیا گویا کچھ بھی نہ ہوا تھا۔ مجھے ذرا بھی شک نہیں کہ اس واقعہ کا بڑا زبردست اور مستحکم اثر ہوگا۔ اور آیندہ اوقات میں والدہ کے دل کا صدمہ اور دردوغم اور سخت سزا کی ضرورت بالکل مسدود ہوجائیگی۔

بہت سے لوگوں کے دلوں پر یہ نقش ہے کہ حکومت کی قابلیت خداداد

اور انسان کا طبعزاد اور ذاتی جوہر ہے۔ نہ کہ یہ آگاہی سے حاصل ہوتی ہے۔ یا سیکھی جاتی ہے۔ مگر اُن والدین کو دیکھو جنکو خانگی حکومت میں سب سے بڑھکر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اور وہ تم کو بتلا وینگے کہ انہوں نے نہایت محنت اور مشقت سے اس بارے میں آگاہی حاصل کی تہی۔ تم کسی عالم وفاضل مشہور ومعروف آدمی کے خاندان میں جاؤ۔ اور جسوقت تم اسکے ناتربیت یافتہ سرکش بے سلیقہ بچوں کو دیکھو گے۔ تو تم ہراساں ہو جاؤ گے۔ اور کہو گے :۔

اگر یہ شخص جسکو اسقدر زبردست علم وتربیت حاصل ہے۔ اپنی خاندانی حکومت میں کامیاب نہیں۔ تو ہمکو کسطرح کامیابی کی امید ہوسکتی ہے؟ لیکن اگر ذرا غور کروگے تو تم کو اطمینان ہوجائیگا۔ کہ یہ شخص اپنا وقت اور اپنی توجہ دوسری اشغال اور کاروبار میں صرف کرتا ہے۔ یہ اپنی اولاد سے غافل ہے۔ اور اسکا چال چلن جیسا کہ ہم امید کرسکتے ہیں اُن اثروں سے وضع ہوتا ہے جو اسکے سامنے پیش ہوتے ہیں کوئی یقین واثق نہیں کہ ہر ایک تدبیر کا انجام بچہ کی دینداری ہوگا۔ لیکن اگر بے قاعدگی اور بے طریقہ۔ بلا سوچے سمجھے یا بیفکری سے کوشش کریں۔ تو بلا شک وشبہ ہمکو اسکے بہت تلخ اور سخت نتایج بھگتنے پڑینگے۔ والدہ کو اپنے فرض پر غور کرنا چاہیے۔ اسکی احتیاط سے اس اثر کو مشاہدہ کرنا چاہیے جو اسکے طریق تربیت سے پیدا ہو۔ کتابوں سے بہت ہی کم فایدہ ہوتا ہے۔ جب تک کہ ہم جو کچھہ ان میں لکھا ہے اپنے ذہن نشین نہ کریں۔ اور لوگ ممکن ہے کہ بڑے بڑے خیالات اور اعلےٰ تدابیر ہمکو بتلائیں۔ مگر ہمکو اُن خیالات اور اُن تدابیر پر غور کرنا چاہیے۔ انکے اثروں کو خیال میں لانا چاہیے۔ اور انکو خود اپنے خیالات کے ساتھ ملاکر اپنے دلنشین کرنا چاہیے۔ ہمکو تحقیق اور فکر کا عادی ہونا چاہیے۔ جو والدہ ایسا کریگی وہ یقین واثق ہے کہ دانائی میں ترقی کریگی۔ اسکو روزمرہ معلوم ہوگا کہ اسکو اولاد کا چال چلن خاطرخواہ بنانے میں آسانی ہوتی جاتی ہے اور جو دن بدن زیادہ اسکی اولاد اس سے محبت اور اسکا ادب اور عزت کریگی وہ اسکا متواتر انعام ہوگا۔

ہر ایک خاندان کی تربیت کے واسطے فکر اور محنت کی بہت ضرورت ہے مگر کسی اور فکر کا ایسا اجر نہیں ملتا اور کسی محنت کے عوض ایسی اصلی خوشی و خرمی اور رشادمانی حاصل نہیں ہوتی - اے والدہ! خدا نے معصوم ارواح تیرے سپرد کی ہیں! ان کا انجام اور انکی قیمت بہت کچھ تیرے ہاتھ میں ہے! اگر تو غفلت کرے یا نادان رہے تو بہت کچھ جاتے خطرہ ہے کہ یہ برباد ہو جائیں لیکن اگر تو وفاداری سے کوشش کریگی - خدا تعالی سے دعا مانگے گی اور اعتقاد رکھے گی - تو اسکے فضل و کرم سے تو انکو بہشت کے قابل بناویگی ٭

کتب مفید نسوان

کارخانہ پیسہ اخبار لاہور ورسالہ شریف بیبیاں کی مفصل فہرست کتب درخواست کرنے پر کارخانہ سے ہر شخص کی خدمت میں پہنچ سکتی ہے۔ مگر یہاں صرف چند ایسی کتابوں کی کیفیت درج کیجاتی ہے۔ جو مستورات کے مفید مطلب ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں:۔

کیا ہم نیک بخت عقلمند تندرست اور بشاش بچے اپنی کوشش سے پیدا کر سکتے ہیں؟

اس مختصر سے رسالہ میں نہایت خوبی کے ساتھ اس مضمون کی داد دی گئی ہے اور بڑی خوبی سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ کسطرح عقلمند۔ تندرست اور بشاش بچے پیدا کرنا والدین کے اختیار میں ہے۔ قیمت ۴ر

ولادت

اس کتاب میں ایک ڈاکٹر صاحب نے ایام تاہل اور حمل سے لیکر تولد جنین تک کے حالات عوارض حمل تولد اُن کے علاج۔ زچہ اور بچہ کی خبرداری اور ولادت کی تمام عسیر صورتیں اور اُن سے مخلصی کی تدابیر بڑی خوبی سے قلمبند کی ہیں۔ ایسے طور پر کہ کم تعلیمیافتہ ناظرین بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ قیمت ۸ر

صحت الاطفال

اس کتاب میں بچوں کی صحت قایم رکھنے کے لئے ایسی ایسی اعلےٰ درجہ کی مفید تدابیر لکھی گئی ہیں۔ کہ جنپر عملدرامد کرنے سے بچوں کی ہزاروں لاکھوں جانیں بچ سکتی ہیں بچپن کی تقریباً تمام بیماریوں کے نہایت عجیب اور سہل نسخے معہ بیماری کی علامات اور تشخیص کے

درج ہیں۔ نبش خوروں۔ زہر خوروں اور ڈوبے ہوؤں کی جان بچانے کیلئے کئی مفید بیانات معہ اور کئی باتوں کے درج ہیں۔ قیمت فی جلد ۱۰/

صحت نمائے ازدواج

یہ علم طب کی بے نظیر کتاب جو زمانہ حال کی تحقیقات کے مطابق ازدواجکی زندگی کی برکات ظاہر کرکے انکو بحال رکھنے اور انسے خوشحالی حاصل کرنیکی تدابیر سے لبریز ہے ڈاکٹر مرزا محمد اکبر بیگ صاحب پروفیسر طبیہ کالج قسطنطنیہ نے تیار کی اور قسطنطنیہ میں نہایت خوشخط ٹائپ کے چھاپے سے باتصویر چھپی ہے۔ قابل دید ہے جس فرانسیسی کتاب کے ترجمے پر بہت کچھ ایزاد کرکے یہ اردو کتاب تیار کی گئی ہے وہ یورپ میں ۷۵ مرتبہ چھپ چکی ہے اور یورپ کی ہر زبان میں موجود ہے۔ قیمت فی جلد عار

حقوق العباد

جسمیں بندوں کے تمام حقوق جو بندوں پر ہوتے ہیں۔ جیسے بیٹا بیٹی۔ باپ ماں بھائی بہن۔ بیوی۔ دوست وغیرہ کے حقوق درج ہیں۔ قیمت ۴ر

شریف بیبیان

تعلیم نسوان کا ماہوار رسالہ جسمیں سعادتمند لائق بیٹی سلیقہ شعار نیکبخت بی بی اور مہربان عقلمند ماں بننے کی ہدایات درج ہوتی ہیں۔ ماہ ستمبر ۱۸۹۳ء سے کارخانہ مطبع خادم التعلیم پنجاب و پیسہ اخبار لاہور سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ غرض اسکی اشاعت سے صرف یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کے اعلے درجے کے فرقہ اناث کے رسالونکی طرز پر ہندوستانی شریف بیبیوں میں امور خانہ داری و حسن معاشرت اور تعلیم و تربیت اطفال کا عمدہ مذاق پیدا کیا جاوے۔ ہر شخص جو اہل عیال رکھتا ہے اس رسالے کو اپنے کنبے میں رواج دینیکا حاجتمند ہوگا کیونکہ کون نہیں چاہتا کہ اُسکے گھر میں انتظام خانہ داری میں سلیقے اور کفایت شعاری کا رواج ہو۔ بچوں کی اُٹھان خاطر خواہ ہو۔ اور گھر جو سچے طور پر بہشت کا مرادف لفظ ہے اُسکے لئے تمام دنیا کے تفکرات سے امن اور ملجا ہو جاوے۔ قیمت سالانہ مع محصولڈاک ۲ر